For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

سفر ہو رہا ہے (سید ضمیر جعفری)

فنی و فکری جائزہ / تنقیدی جائزہ

اردو مزاحیہ شاعری کے بے تاج بادشاہ ہیں۔ وہ اپنی طنزیہ و مزاحیہ شاعری سے قارئین کے دل میں گھر کر لیتے ہیں۔ زندگی کے بے ترتیبیوں اور خامیوں کو ماہرانہ انداز میں مزاح کے ذریعے پیش کرتے ہیں۔ ان کی شاعری مزاح برائے مزاح نہیں بلکہ مزاح برائے اصلاح کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

نظم سفر ہو رہا ہے" میں ضمیر جعفری نے کراچی میں ذرائع آمد و رفت کی ناکافی سہولتوں کو بیان کیا ہے۔ کراچی ایک گنجان آباد شہر ہے اور آمد و رفت کے ذرائع آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ آمد و رفت کے ذرائع ناصرف کم ہیں بلکہ جو ہیں ان کی حالت بھی قابل رحم ہے۔ بس، بس سٹاپ، ڈرائیور، مسافر اور ان کے سامان کا نقشہ مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ اس مزاحیہ نظم کے ذریعے انہوں نے عوام، حکومت، ٹرانسپورٹ کے ذمہ داران پر کڑی تنقید کی ہے۔

بس میں مسافر مجبوراً سفر کر رہے ہیں۔ بس مسافروں سے کھچا کھچ بھری ہے۔ اس قدر رش ہے کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں۔ مسافر کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں، دراز قد ہوں یا موٹے تازے ہر فرد بس میں بیٹھ کر پریشان ہے۔ پہلوان جو اپنی طاقت کے بل پر دندناتا پھرتا ہے بس میں آکر بے بس ہو جاتا ہے۔ بھیگی بلی بن کر ایک طرف بیٹھ جاتا ہے نظم میں مسافروں کی بدحالی کا منظر کچھ یوں پیش کیا گیا ہے کہ تمام منظر آنکھوں کے سامنے گھومتا نظر آتا ہے۔

جواں کچھ سرپائیداں اور بھی ہیں دریچوں میں سرورواں اور بھی ہیں
تناروں میں بیوی میاں اور بھی ہیں ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

ہماری اخلاقی خامی یہ ہے کہ نہ ہم قطار بنا سکتے ہیں اور نہ انتظار کر سکتے ہیں۔ نتیجہ دھکم پیل اور دھینگا مشتی کی صورت میں نکلتا ہے۔ مسافر خود بھی پریشان ہیں اور دوسروں کی پریشانی کا باعث بھی بنتے ہیں۔ ان کا سامان دوسروں کو پریشان کرنے پر تلا ہے اور ان کی اخلاقی کمزوری دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ عورتوں سے آنکھیں چار ہونا خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ مردوں کی اس عفت کو ضمیر جعفری طنزیہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔

کوئی بے خبر گلفشاں ہو گئی ہے تو لاری کی لاری جواں ہو گئی ہے
طبیعت اچانک رواں ہو گئی ہے ملاقات ان سے کہاں ہو گئی ہے

مسافر بھی بدحال ہیں اور ان کا سامان اس بھی بدحال۔ سامان گم ہونا، چوری ہونا اور برباد ہونا عام سی بات ہے۔ سبزی کا ملیدہ اور پھلوں کا جوس بن جاتا ہے بس پینے کی کمی رہ جاتی ہے۔ سامان کی بدحالی اور مفت خوروں پر کیا خوب لکھتے ہیں۔

Mega Lecture

Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

جو گردن میں کالر تھا لر رہ گیا ہے   لبادہ کے تھیلے میں لرزہ گیا ہے
مرغا نجانے کدھر رہ گیا ہے   بغل میں تو بس ایک پر رہ گیا
کوئی مفت میں مفتخر ہو رہا ہے
کراچی کی بس میں سفر ہو رہا ہے

ڈرائیور کی کہانی ہی الگ ہے جو ناک پر مکھی ہی نہیں بیٹھنے دیتا۔ اس کا ذرا ذرا سی باتوں پر غصے میں آنا سیکڑوں مسافروں کی زندگی داؤ پر لگا دیتا ہے۔ خدا ہی جانے اس نے ڈرائیونگ لائسنس رشوت کے بل پر حاصل کیا تھا یا سفارش کے بل پر۔ خدا کے بعد ہمارے اہل کار بھی اس لائسنس کی حقیقت جانتے ہیں۔ ڈرائیور کی کہانی سید ضمیر جعفری یوں بیان کرتے ہیں

ڈریور اگر سیخ پا ہو گیا ہے   بھری گود لے کے ہوا ہو گیا ہے
سفینہ سپردِ خدا ہو گیا ہے   ہر اِک شخص محوِ دعا ہو گیا ہے

محکمہ ٹرانسپورٹ تو چند بسیں فراہم کر کے ایک طرف ہو گیا۔ اب ان بسوں کی حالت کیسی ہے مرمت ہوئی یا نہیں یا یہیں مسافروں کے لیے آرام دہ ہیں یا نہیں۔ اس بات سے ان کا کوئی لینا دینا نہیں۔ حکومت کو کیا معلوم مسافر کس حال میں سفر کر رہے ہیں۔ وہ تو ووٹ لے کر اپنی جیبیں بھرنے میں میں مصروف ہو گئے۔ اب عوام کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ وہ بڑے سلیقے اور طریقے سے منفی رجحانات پر طنز کرتے ہیں کہ خرابیوں کی نشاندہی بھی ہو جاتی ہے اور کوئی برا بھی نہیں مانتا۔

کبھی پیش کے گھٹ کے پس ہو گئی ہے   بیچ میں بیچ کس ہو گئی ہے کسی
چلی ہے تو بانگِ جرس ہو گئی   رکی ہے تو ٹس ہو کہ بس ہو گئی ہے

بس کی حالت قابلِ رحم ہے۔ بس کی دیواریں خستہ بسکٹ کی مانند ہیں جو کسی بھی لمحے ٹوٹ سکتی ہیں۔ بس کا مسافر موت کے کنویں کا کھلاڑی ہے۔ اور بس سٹاپ میدانِ جنگ ہے۔ جو بس میں سوار ہو گیا وہی سکندر۔ جو نوجوان خوب تیار ہو کر بس میں سوار ہوا تھا اس کی تیاری خاک میں مل گئی۔ اب نا وہ انٹرویو کے قابل رہا اور نہ ہی کہیں رشتے کے۔ ان حالات میں مفت خوروں کی تو عید ہی ہو جاتی ہے۔ بنا ٹکٹ کے سفر کرتے ہیں۔ کئی جیب کترے اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھوتے نظر آتے ہیں اور مسافروں کی جیبوں پر مزے سے ہاتھ صاف کرتے ہیں۔

سید ضمیر جعفری کی شاعری میں لوگوں کا ادب سے دور ہونے کا غم بھی ملتا ہے۔ اس مشینی دور میں ادب سے لگاؤ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ شاعر اور ادیب گمنام ہی رہ جاتے ہیں۔ اپنے ہم منصب افراد کی بے وقعتی کا غم بھی اس نظم کا حصہ ہے۔ شاعر صرف اس موقع کی

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

تلاش میں رہتے ہیں کی کس طرح ہم اپنی غزلیں دوسروں کو سنا دیں وہ حالات کی پروا نہیں کرتے۔ اپنے ہی راگ الاپنے لگ جاتے ہیں۔ ہر دم اپنی شاعری سنانے کو بے تاب رہتے ہیں ضمیر جعفری طنز بھرے انداز میں اپنا غم یوں بیان کرتے ہیں۔

جہاں چند شاعر سواری کریں گے تو لاری میں بھی نغمہ کاری کریں گے

غزل کو ترنم سے جاری کریں گے یہی مشغلہ باری باری کریں گے

نظم میں شاعر کا اندازِ بیاں عام فہم سادہ، آسان اور دلچسپ ہے۔ الفاظ و تراکیب کا دلکش انداز ملتا ہے۔ ان کی طنزیہ اور مزاحیہ شاعری پڑھ کر ان کے گہرے مشاہدے کا احساس ہوتا ہے۔ معاشرے کے لیے ان کی حساسیت قابل قدر ہے۔ معاشرتی خامیوں کو یوں بے نقاب کرتے ہیں کہ آئینے میں سب صاف نظر آجاتا ہے۔ طنز کی چبھن نشتر کی چبھن محسوس ہوتی ہے۔ ضمیر جعفری کی تعمیری اور مقصدی شاعری ان کی وطن سے محبت ظاہر کرتی ہے۔

سید ضمیر جعفری حالات و واقعات کی تصویر کشی اس انداز میں کرتے ہیں کہ پورا منظر نگاہوں کو سامنے گھوم جاتا ہے، یہاں تک کہ ہم خود کو بھی اس منظر کا حصہ سمجھنے لگتے ہیں۔ ضمیر جعفری کی شاعری میں مزاح اپنے عروض پر نظر آتا اس میں عامیانہ جگت بازی اور پھکڑ پن نہیں ملتا، بات سادہ تو ہوتی ہے لیکن ادب کا اعلیٰ معیا قائم رہتا ہے۔ کراچی کی بس اور مسافروں کی حالت کا نہایت باریک بینی سے مشاہدہ کیا گیاہت اور تمام جزئیات کو بڑی مہارت کے ساتھ پیش کیا۔ ان کے مزاح کا انداز شستی اور باوقار ہے۔

سید ضمیر جعفری لفظی بازی گری کے ماہر ہیں سیخ پا ہونا، ہوا ہونا، چہرے پر مال مارنا، سوٹ دھارنا، حلیہ دگرگوں ہونا اور پیش و پس جیسے محاورات کا مزاحیہ اردو بر محل استعمال قاری کو ہنسنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ تلخ حقائق کا شگفتی بیان کسی طبیعت پر گراں نہیں گزرتا۔ ان کا موثر اندازِ بیاں ان کی انفرادیت ہے۔ ان کی نظم کو ادب کا نگینہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔

مخزنِ سوالات:

1۔ سید ضمیر جعفری نے نظم سفر ہو رہا ہے میں مسافروں اور بس کی حالت مزاحیہ انداز میں پیش کی ہے۔ نظم کے حوالے سے جواب دیجیے۔

2۔ سید ضمیر جعفری نے "سفر ہو رہا ہے" میں پس پردہ معاشرتی رویوں کی اصلاح کی کوشش کی ہے۔

3۔ نظم "سفر ہو رہا ہے" میں سید ضمیر جعفری نے اہل ارباب کو کڑی تنقید اور گہرے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔

4۔ سید ضمیر جعفری حالات و واقعات کی منظر نگاری / تصویر کشی میں کمال رکھتے ہیں۔

5۔ سید ضمیر جعفری لفظی بازی گری سے اپنا مقصد عوام تک پہنچاتے ہیں۔

(نظم کے حوالے سے جواب دیجیے۔)

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

★سید ضمیر جعفری کے اسلوب / فنی و فکری خوبیوں کے اہم نکات

نامور مزاح گو شاعر

عامیانہ زبان کے بجائے معیاری طرزِ مزاح

بازاری زبان اور پھکڑ پن کے بجائے اخلاقیات کے دائرے میں مزاح

شگفتہ بیانی سے معاشرتی رویوں پر تنقید

تصویر کشی اور منظر نگاری میں کمال

ہر خامی کو نمایاں کرنے کا لطیف انداز

موثر اندازِ بیاں

مزاحیہ اسلوب کا معیاری نمونہ

سادگی و پرکاری کا انداز

روانی، سادگی، سلاست

نظم کے اہم نکات

کثیر الآبادی شہر / گنجان آباد شہر کراچی کی سفری مشکلات

گرمی اور حبس میں مسافروں کی حالت

بس کی خستہ حالی کا ذکر

بیٹھے، کھڑے، دراز قد، صحت مند ہر قسم کا شہری پریشان

بس کے اندر اور بس سٹاپ پر ہجوم، رش،

بد نظمی / نظم و ضبط کا فقدان، دھینگا مشتی، دھکم پیل،

شاعر حضرات کی غزل سنانے کی خواہش + لوگوں کی ادب سے دوری

مسافروں کی اخلاقی کمزوری

ڈرائیور کی نااہلی، ناتجربہ کاری، برداشت کم، رشوت + سفارش

مسافروں کا سامان برباد + چوری + مفت خوروں کے لیے سنہری موقع

مسافروں کے عمومی رویوں پر طنز

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123

Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

امجد اسلام امجد

تنقیدی جائزہ / فنی و فکری جائزہ

امجد اسلام امجد ایک ڈرامہ نگار، سفر نامہ نگار، افسانہ نگار اور شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ ڈرامہ "وارث" نے امجد اسلام امجد کے نام کو عروج بخشا۔ ان کا کہنا تھا کہ "میں اپنے آپ کو شاعر کہلوانا پسند کرتا ہوں" بحیثیت شاعر امجد نے غزل و نظم دونوں اصناف میں طبع آزمائی کی البتہ نظم میں وہ ایک معتبر مقام کے حامل ہیں۔

ان کی غزلوں میں رومان، جذبات اور احساسات کا ایک خاص رنگ ملتا ہے دور جدید کے شاعر نے اس دور کے تمام تقاضے نبھائے ، اسی بنا پر وہ عصر حاضر کے پسندیدہ شاعر قرار پائے۔ فکر، فلسفہ اور مشاہدہ ان کی شاعری کا خاص جزو بن گئے وہ جو کچھ دیکھتے ہیں محسوس کرتے ہیں اسے الفاظ کی صورت اشعار میں ڈھال دیتے ہیں۔ ان کی شاعری پڑھنے والا بے اختیار داد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے

نظم "ایک کمرہ امتحان میں" ایک بے مثال نظم ہے۔ اس نظم میں ظاہری طور پر تو ایک کمرہ امتحان کا نقشہ کھینچا ہے۔ جس میں طلبا امتحان میں پریشان ہیں۔ انہیں پرچے کے کسی سوال کا جواب نہیں آتا۔ انھوں نے اس پرچے کی تیاری ہی نہیں کی۔ اب ذہنی کشمکش میں مبتلا ہیں اور نقل کے سہارے جواب لکھنا چاہتے ہیں۔ شاعر نے کیا خوب منظر نگاری سے کام لیا کہ ہم خود کو کمرہ امتحان میں محسوس کرتے ہیں۔

ہر طرف کنکھیوں سے بچ بچا کے تکتے ہیں
دوسروں کے پرچے کو رہنما سمجھتے ہیں
شاید اس طرح کوئی راستہ ہی مل جائے
بے نشاں جوابوں کو کچھ پتا ہی چل جائے

کچھ طلبا ایسے بھی ہیں جنہیں جواب آتے تو نہیں لیکن بناوٹ کا سہارا لیتے ہیں اور یوں ظاہر کرتے ہیں جیسے وہ بہت ذہین فطین طالب علم ہیں۔ یہ پرچہ ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں۔ اس طرح لاپرواا اور غیر سنجیدہ طلبا کے لیے پیغام ملتا ہے کہ اگر سال بھر کچھ نہ پڑھا تو امتحان کے دن پچھتانا پڑے گا۔ دوسری طرف ہمیں آئینہ دکھایا ہے کہ اس دور میں ہم سب ہی منافق ہوتے جا رہے ہیں، دکھاوے بناوٹ اور ریاکاری سے کام لیتے ہیں۔ دنیا دکھاوے کے لیے نئے نئے چہرے بنا لیتے ہیں۔ بس جھوٹی شان قائم رہے۔ کسی کو کچھ پتا نہ چلے۔ ریاکاری پر تنقید ملاحظہ ہو۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

مجھ کو دیکھتے ہیں تو

یوں جواب کاپی پر حاشیے لگاتے ہیں

دائرے بناتے ہیں

جیسے ان کو پرچے کے سب جواب آتے ہیں

حقیقت میں یہ نظم ہمیں حیات بعد از موت کی تیاری کا سبق دیتی ہے۔ جو کہ اسکا حقیقی پیغام ہے۔ ہم اس دنیا میں آکر یکسر بھول جاتے ہیں کہ یہ دنیا ایک کڑا امتحان ہے۔ ہر فرد آزمایا جا رہا ہے۔ یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے۔ یہاں کے اعمال کے مطابق ہم اپنی ابدی زندگی گزاریں گے۔ اس امتحان کا نتیجہ روز قیامت ہمیں دیا جائے گا۔

دنیا میں تو ایک امتحاں میں فیل ہونے پر دوبارہ اس امتحان کو پاس کیا جا سکتا ہے۔ لیکن زندگی کا یہ امتحان حتمی ہے۔ زندگی کے امتحان کی خوبی یہ بھی ہے کہ اس کا ہر سوال لازمی ہے یہاں امجد اسلام امجد نے لوگوں پر واضح کر دیا کہ چاہو یا نہ چاہو امتحان تو دینا پڑے گا۔ نہ نقل چلے گی نہ فریب کام آئے گا۔

زندگی کے پرچے کے

سب سوال لازم ہیں

سب سوال مشکل ہیں

یہاں بڑی خوبی سے سوال کو بطور استعارہ استعمال کیا ہے کہ ہر سوال یعنی زندگی کا ہر دن ایک امتحان لے آتا ہے جو لازمی اور مشکل ہے۔ ہر دن جیسا بھی ہو گا۔ تو کیوں نہ اس زندگی کو رب کے بتائے طریقے سے گزارا جائے۔ تاکہ کامیابی یقینی بن جائے۔ اس امتحان کو دوبارہ دینے کی کوئی گنجائش نہیں۔ نیکی اور بھلائی کرنے والے اس دنیا میں پر سکون رہتے ہیں اور دوسری دنیا میں بھی فلاح پاتے ہیں۔

زندگی کی صورت میں

یہ جو تیرے ہاتھوں میں اک سوالنامہ ہے

کس نے بنایا ہے

کس لیے بنایا ہے

کچھ سمجھ میں آیا ہے۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123

Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

یہ نظم سادہ الفاظ میں بڑی روانی میں لکھی گئی ہے۔ نظم پڑھنے والے کے دل پر دستک دیتی ہے، اس کے ضمیر کو جھنجھوڑتی ہے۔ دلکش اندازِ بیں اور تشبیہات کا برمحل استعمال اس نظم کی شان بڑھاتا ہے۔ امجد اسلام امجد آزاد نظم کے بے تاج بادشاہ ہیں۔ بے ساختہ انداز، برمحل الفاظ، جیسا کہ زبان پر لفظ پھسلتے چلے جاتے ہیں۔

ان بنے سے لفظوں پر انگلیاں گھماتا ہوں

حاشیے لگاتا ہوں، دائرے بناتا ہوں

یا سوالنامے کو دیکھتا ہی جاتا ہوں

لفظوں کی تکرار سماعت پر سحر طاری کر دیتی ہے۔ یوں نظم ایک جادوئی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی ماہر سنز بجانے والا دل کے تار چھیڑ رہا ہے۔

آج دل کے آنگن مین اک خیال آیا ہے

سینکڑوں سوالوں سا اک سوال لایا ہے۔

امجد اسلام امجد نے نظم میں استفہامیہ انداز اپنایا ہے۔ جو انسان کو اس کے رب کا پتا دیتا ہے۔ اور انسان اپنا دنیا میں آنے کا مقصد تلاش کرنے لگتا ہے۔ جس سے قاری خود کو نظم کا حصہ سمجھتا ہے اور سوالوں کے جواب ڈھونڈنے لگتا ہے۔

ہم بلاشبہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ نظم ایک بے مثال نظم ہے جو فن کے اعتبار سے تمام خوبیوں سے سجی اور فکر تو ہے ہی حقیقی اور لافانی۔

فنی محاسن:

تشبیہات اور استعارات

منظر نگاری

لفظوں کی تکرار

ردیف اور قافیے سے آزاد نظم + نغمگی + ردھم + ترنم + سادہ اور سلیس انداز

مزاح برائے اصلاح

سوالیہ انداز + استفہامیہ انداز

متعلقہ محاورات:

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

ببول بو کر گلاب کی تمنا کرنا فضول ہے

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123

Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

مخزن سوالات:

سوال: امجد اسلام امجد نے طالب علموں کی نفسیات سے پردہ اٹھایا ہے۔ نظم کے حوالے سے جواب دیجیے۔

جواب: اہم نکات:

نقل سے کامیابی + چور دروازے کی تلاش

دائرے اور حاشیے (استعارات) ریاکاری + خود فریبی

کامیابی کا حصول دھوکے سے یا جیسے بھی ممکن ہو

دور اندیشی کے بجائے وقت گزاری + کہ چلو یہ وقت گزر جائے بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی + مستقبل کی فکر نہیں

دوسروں پر انحصار + اپنی مدد آپ کا جذبہ ختم + اپنے زور بازو کو آزماتے نہیں

محنت سے دور + سستی اور کاہلی کو اوڑھنا بچھونا بنالیا + کام چوری کی عادت + گفتگو کے ماہر + گفتار کے غازی

ایسی فراغت جیسے گھوڑے بیچ کر سو رہے ہیں

سوال: امجد اسلام امجد نے انسانی رویوں کو موضوع بنایا۔ نظم کے حوالے سے جواب دیجیے۔

سوال: امجد اسلام امجد نے دنیا کے امتحان کو بنیاد بنا کر زندگی کے امتحان کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نظم کے حوالے سے جواب دیجیے

سوال: نظم "ایک کمرہ امتحان" کے ذریعے امجد اسلام امجد کے اسلوب اور فکر پر روشنی ڈالیے۔

Mega Lecture

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123

Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

طلوعِ اسلام (علامہ اقبال)

اقبال کی شاعری کا فنی و فکری جائزہ

علامہ اقبال پاکستان کے قومی شاعر ہیں۔ اقبال کی شاعری نے بر صغیر کے مسمانوں کو بالخصوص اور ملتِ اسلامیہ کو بالعموم منظم کرنے میں کامیاب رہی۔ ان کی شاعری ہر عہد اور ہر فرد کے لیے درس کا درجہ رکھتی ہے۔ نہ صرف عالمی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی آپ کی شاعری کی حیثیت تسلیم کی جاتی ہے۔ اقبال کی شاعری کی بنیاد قرآن و حدیث پر رکھی گئی ہے اس لیے ان کی شاعری کو آفاقی حیثیت حاصل ہے۔

اقبال کی شاعری کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور فطرت اور حسن کائنات کا احاطہ کرتا ہے۔ دوسرے دور میں ملت پرستی نظر آتی ہے جسکی وجہ یورپ میں قیام اور مغرب پسندی کی تباہ کاریاں تھیں۔ تیسرا دور خالصتاً اسلام کی آفاقیت اور امتِ مسلمہ کی بیداری پر مبنی ہے۔

اقبال کے کلام میں عمل اور خود شناسی کا فلسفہ ملتا ہے۔ اقبال نے اسلام کے انقلابی نظریۂ حیات کے ذریعے مسلمانوں کو بلندیٔ کردار، غیرت، اخوت اور مساوات کا درس دیا۔ اقبال کی شاعری کے مطابق بلند ہمتی، ایمانِ محکم، اور عملِ پیہم جیسے اوصاف اپنا کر مسلمان پوری دنیا میں کامیابی کے جھنڈے گاڑ سکتے ہیں۔

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا

اقبال کی شاعری میں ہمیں اسلام کے شاندار عروج و زوال کی داستان سناتی ہے ان صفات کا پتا دیتی ہے جن کی مدد سے مسلمانوں نے کئی سو سال دنیا کے ایک بڑے حصے پر حکومت کی۔ اقبال کا انداز کچھ اس قسم کا ہے کہ قاری کے دل میں اپنا مقام پانے کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ہمیں بھی اپنے گم گشتہ مقام حاصل کرنا ہے۔ اسلام کو پھر سے سربلند کرنا ہے ۔ اقبال کی شاعری ایک طرف شاندار ماضی اور ابتر حال کا موازنہ پیش کرتی ہے تو دوسری طرف مستقبل کا لائحہ عمل ترتیب دیتی ہے

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

جب انسان خودی سے سرفراز ہوتا تو مردِ مومن بن جاتا ہے۔ اقبال کی شاعری قاری کو عزتِ نفس، خلافت اور نیابت کے عہدے کا احساس دلاتی ہے۔ ذات پات، رنگ و نسل، زبان اور فرقوں کا فرق مٹاتی ہے۔ اور ایک ہو جانے کا درس دیتی ہے۔ اقبال کی شاعری گفتار کے بجائے کردار کے غازی بناتی ہے۔ تصورِ شاہین دے کر عمل پر آمادہ کرتی ہے۔

یہ ہندی' وہ خراسانی' یہ افغانی' وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بے کراں ہو جا

فکری خوبیوں کے ساتھ ساتھ اقبال کی شاعری ہر طرح کے شعری محاسن سے بھی مزین ہے۔ اقبال نے فن اور اظہارِ رائے کے ایسے پیرائے ایجاد کیے جن کی مثال اردو شاعری میں نہیں ملتی۔ تخیل کی بلندی، موضوعات کا تنوع، تشبیہ و استعارہ کا بر محل استعمال، الفاظ و تراکیب کا نفیس ذخیرہ ان کی شاعری کی پہچان ہے۔ دلیل صبح روشن، ضمیر لالہ، عروقِ مردہ مومن، ممکناتِ زندگانی، معمارِ جہاں، جہانِ آب و گل، دورِ گراں خوابی، انگارہ خاکی اور اس جیسی دوسری خوبصورت تراکیب اقبال کے کلام کا حسن ہیں۔

میانِ شاخسارال صحبتِ مرغِ چمن کب تک
ترے بازو میں ہے پروازِ شاہینِ قہستانی

اقبال کے کلام میں فارسی کا رنگ نمایاں ہے۔ فارسی مصرعے اور تراکیب خوبصورت تراکیب جہاں اقبال کے کلام کو دو آتشہ بناتی ہیں وہاں اس کے ساتھ ساتھ اس دور کے قاری کے لیے مشکل بھی ثابت ہوتی ہیں۔ اقبال کے کلام کی مشکل پسندی کے باوجود بھی ان کا کلام عالمگیر حیثیت رکھتا ہے۔

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

اقبال شاعر بھی ہیں، مصور بھی ہیں، مفکر بھی ہیں اور سب سے بڑھ کر مصلح بھی ہیں قرآن و حدیث اور عالم اسلام سے ماخوذ تلمیحات مسلمانوں کے دل کو گرماتی ہیں۔ یہ تلمیحات اور تصورِ شاہین نوجوانوں مین عقابی روح پیدا کرتی ہیں۔ براہیمی نظر، شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نطقِ اعرابی، سینا و فارابی، خلیل اللہ، شاخِ ہاشمی، زورِ حیدر، فقرِ بوزر۔ صدقِ سلمانی جیسی اعلیٰ تلمیحات اقبال کے کلام کی شان ہیں۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ فقرِ بوذر صدقِ سلمانی

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

اقبال کی شاعری میں فولاد کی سختی اور کمخواب کی نرمی ملتی ہے۔ یعنی فلسفہ میں جلال اور جمال کی آمیزش نظر آتی ہے۔ یوں شاعری ساحری سے نکل کر ولایت کی حدود میں داخل ہو جاتی ہے

گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

کہیں اقبال غافل اور عروقِ مردہ مومن جیسی علامات سے مسلمانوں کی حالتِ زار کو دکھاتے ہیں تو کبھی برگ و بر کے نام سے پکار کر اچھے وقتوں کی امید دلاتے ہیں۔ امت مسلمہ کو خودی کے جذبے سے آراستہ کرنے کے لیے اور قوم کا لہو گرمانے کے لیے چشمِ پاک بیں، ضمیر لالہ، ارمغاں، مرغِ حرم اور ستارے جیسی علامات استعمال کرتے ہیں۔

ضمیر لالہ میں روشن چراغِ آرزو کر دے
چمن کے ذرے ذرے کو شہیدِ جستجو کر دے

سب سے بڑھ کر اشعار کا ترنم جادوئی اثر رکھتا ہے۔ سننے والے کے دل پر اثر کرتا ہے۔ اقبال کی نظم میں غنائیت اور ردھم اس خوبی سے موجود ہے کہ قاری اس سے متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکتا۔ اقبال کی ناصحانہ نظموں نے قوم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور برصغیر کے مسلمان ایک نقطے پر جمع ہو گئے۔ تکرارِ لفظی اور صنعتِ تضاد جیسی خوبیاں اقبال کے کلام کا خاصہ ہیں۔

مکاں فانی مکیں آنی ازل تیرا ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے

ہم دیکھتے ہیں کی اکثر مقامات پر اقبال رہنماؤں، امتِ مسلمہ، سے خطاب کرتے نظر آتے ہیں اُن کا خطابیہ انداز نرمی اور سختی کا دلکش امتزج ہے۔

تورازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا
تیرے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہہ دے

غرض یہ کہ اقبال کی شاعری فنی و فکری اعتبار سے بے مثال ہے۔ جس نے برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں پر براہِ راست اثر کیا اور بیداری کا جذبہ اجاگر کیا اقبال کو مشرقی شاعری کا مجدد کہنا بے جا نہ ہو گا

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

طلوع اسلام

سوال: اقبال کی شاعری مردِ مومن کی خوبیاں تازہ کرتے ہوئے عمل کا درس دیتی ہے۔ حوالہ جات کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

1۔ ذہانت، فطانت، نطق، رہنمائی کا سرچشمہ، بیدار دل و دماغ کا مالک

(تیرے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی)

2۔ منجمد نہیں متحرک، جوش و ولولہ، تڑپ، جنوں

اضطراب، سیماب فطرت (تڑپ صحنِ چمن میں

3۔ پاک نگاہیں، ظاہری جاہ و جلال سے دور، نمود اور زینت کے خلاف (ہمارا نرم رو قاصد پیامِ زندگی لایا)

عاجزی اور انکساری کا سرمایہ۔ خوف خدا، علاقوں پر نہیں دلوں پر حکومت، غرور سے دور (غبارِ رہ گزر ہیں کیمیا پہ ناز تھا جن کو)

آنکھوں کے نور سے دلوں کو فتح کرنے کا فن، (کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا)

4۔ شمشیر اور تدبیر ساتھ ساتھ، جستجو۔ تسخیر کائنات کی لگن۔ مقصد کے حصول کے لیے ہر مخالف خس و خاشاک کی مانند ہے۔ دشمن پر سخت، مومن پر نرم (گزر جا بن کے سیل تند رو کوہ و بیاباں سے) (یقیں محکم عمل پیہم، محبت فاتح عالم)

5۔ مسلمانیت کا پیکر، خدا کا نائب، خلیفہ، ولی

لالچ سے دور، براہیمی نظر کا مالک، خدا کی طرف یکسو، مساوات کا علمبردار

پختہ عمل، استقلال، محبت و اخوت، اسلام کی سربلند کا جزبہ (یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمز مسلمانی)

6 خدا پر یقیں، دنیاداری سے دور، مٹھی بھر قوت پر یقین، فولادی فوجوں سے ٹکرانے کا جذبہ۔ کردار کی پختگی سے فرزتوں کی برتری پا لیتا ہے۔ ایمان کی انتہا، خدا کی قربت کا احساس

(جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا) (غلامی میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شمشیریں)

7۔ خدا کا تحفہ، اس کی پسندیدہ تخلیق، خدائے لم یزل کا دست قدرت، خدا کا آخری پیغام، مردِ غازی، شہادت کا خواہش مند، سہل پسندی اور آسائش پسندی سے دور (اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے)

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

سوال: 2۔ اقبال کی شاعری نے مسلمانوں کی بیداری میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ حوالہ جات کی مدد سے وضاحت کیجیے۔

1۔ امید کی روشنی جگانے میں اہم کردار، صبحِ نو کی نوید، روشن مستقبل کا احساس، عمل پر آمادہ
(دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک یابی)

2۔ تلمیحات عمل پر آمادہ کرتی ہیں، قیصر و کسریٰ، صدیوں کے زندانی، عثمانی، شاخِ ہاشمی، خلیل اللہ،
حضرت ابراہیمؑ
(اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے) (کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے)

3۔ شعرا اور رہنماؤں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلانا (نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے)
قومیت کے تصور سے بالاتر ہے کراں سمندر بننے کا مشورہ، اخوت کا سبق فرقوں کو مٹانے کا درس،
(غبار آلودہ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے)

4۔ باطل قوتوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا بیان، اعلیٰ شان کا احساس، آخری رسول کی امت، دنیا کی امامت کا ذمہ، انگارہ خاکی،
مردِ مومن، تصورِ شاہین (تورازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پہ عیاں ہو جا)

5۔ دوستوں میں خوش گپیوں کے بجائے عمل کا بیان، گفتار کے بجائے کردار سازی پر توجہ
(میانِ شاخساراں صحبتِ مرغِ چمن کب تک)

6۔ دنیا میں آنے کا مقصد، ایک عظیم تخلیق ایک عظیم کام، فرض منصبی،
(خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے)

7۔ عظمتِ رفتہ کی یاد، خواب خرگوش سے بیدار، آبا کی خصوصیات، شاندار ماضی کی تصویر (مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس
نے)

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

مخزن سوالات:

1۔ اقبال نے اپنی شاعری میں مسلمانوں کو شاندار ماضی دکھاتے ہوئے حال کی پستی اور مستقبل میں ترقی کے لیے لائحہ عمل ترتیب دیتی ہے۔ تبصرہ کیجیے۔

2۔ اقبال کی شاعری مرد مومن کی خوبیاں بیان کرتی ہے۔ آج کا مسلمان ان خوبیوں سے مبرا نظر آتا ہے۔ حوالہ جات کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

3۔ اقبال کی شاعری مسلمانوں کو آفاقیت اور خودی کا درس دیتی ہے۔ طلوع اسلام کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

4۔ اقبال کی شاعری غلامی کی زنجیروں کو توڑتے ہوئے عمل پیہم کی راہ دکھاتی ہے۔ نظم کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

5۔ اقبال نے اس نظم کے ذریعے فکر و عمل کا فلسفہ دیا ہے اور صبح نو کی امید دلائی ہے۔ نظم کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

6۔ اقبال نے غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے لیے جدوجہد اور عمل کی راہ دکھائی ہے۔ شامل نصاب نظم کے حوالے سے تبصرہ کیجیے۔

7۔ اقبال نے دین اسلام کی خاص خوبی مساوات اور اتحاد کا درس دیا ہے۔ طلوع اسلام کے حوالے سے بحث کیجیے۔

8۔ اقبال ایک مشکل پسند شاعر ہیں ان کی شاعری کے مطالب سمجھنا عام طالب علم کے بس کی بات نہیں، نظم کے حوالے سے تبصرہ کیجیے۔

9۔ اقبال نے اپنی شاعری میں تلمیحات، استعارات اور علامتوں کو بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ وضاحت کیجیے،

10۔ اقبال کی شاعری فنی محاسن سے مالا مال ہے۔ طلوعِ اسلام کے حوالے سے بحث کیجیے۔

11۔ مسلمانوں کی زبوں حالی ان کی خامیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ آج کا مسلماں مختلف خامیوں میں گھر چکا ہے۔ طلوعِ اسلام کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

Mega Lecture

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

میر تقی میرؔ

تنقیدی تجزیہ / فنی و فکری تجزیہ

میرؔ آگرہ میں پیدا ہوئے۔ میر کا تعلق دبستانِ دلی کے ابتدائی دور سے تھا۔ دلی تہذیب و تمدن، ثقافت اور علم و فن کا مرکز تھا۔ بعد ازاں ایک زوال پذیر معاشرے کی شروعات ہوئی۔ میرؔ بھی اسی دور کے پیداوار تھے۔ میر نے اپنے عہد کی عکاسی بڑی خوبی سے کی ہے۔ ہر دور میں میرؔ کی فنی عظمت کو سراہا گیا، اسی بنا انہیں "خدائے سخن" کہا جاتا ہے۔

ریختہ کے تمہی استاد ہی نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا

میرؔ کی شاعری کا دور بہت بے چینی اور افراتفری کا دور تھا۔ نہ معاشی سکون تھا اور نہ سیاسی اور اس پر عشق میں ناکامی۔ یوں میرؔ کی زندگی غم و الم میں گزری۔ ان کی شاعری غم کی داستان ہے۔ جس میں مفلسی، ابتری محرومیوں، ناتمام آرزوؤں اور عشق میں ناکامی کا ذکر کرتے ہیں۔ اسی بنا پر میر کو "غم کا شاعر" کہا جاتا ہے اور ان کی شاعری "آہ کی شاعری" کہلاتی ہے۔

میرؔ کو زمانے کا غم بھی تھا اور محبوب کے بے وفائی کا بھی، یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ان کی شاعری غمِ جاناں اور غمِ دوراں کا مجموعہ ہے۔ انھوں نے خود کو عشق کی بھٹی میں جلا کر خاکستر کر دیا۔ محبوب کے حسن کا بیاں یوں کرتے ہیں کہ گویا وہ حسن کی مورت ہے اور میرؔ اس کے پجاری۔ ہاں یہ بات الگ ہے کہ انہیں محبوب سے وفا نہ ملی۔ حسن و عشق کی روداد دل سے سناتے ہیں۔ میرؔ عشق کے ہر اوب سے واقف ہیں۔ ان کی شاعری میں محبوب ایک اعلیٰ مقام پر فائض رہتا ہے۔

کب ناز سے شمشیر ستم ان نے نہ کھینچی
کب ذوق سے مرنے کو نہ تیار ہوا میں

میرؔ کا مشاہدہ بہت وسیع تھا۔ اس دنیا کی حقیقت ان کے سامنے تھی۔ اور پھر معاشی بدحالی نے تو جیسے ان کا دروازہ دیکھ لیا تھا۔ اس پر رشتہ داروں کے ناروا رویے نے انہیں توڑ ڈالا۔ دنیا کی بے ثباتی اور معاشرتی حالات کا بیان ان کے اشعار میں ملتا ہے۔

غافل ہیں ایسے سوتے ہیں گویا جہاں کے لوگ
حالانکہ رفتنی ہیں سب اس کارواں کے لوگ

میرؔ نے اپنے اشعار میں سادہ زبان استعمال کی۔ وہ عام فہم زبان میں بات کرنے کے عادی ہیں۔ اس خوبی نے ان کی شاعری کو ہر زبان پر جاری کر دیا اور وہ لوگوں میں خوب مقبول ہوئے۔ سلاست روانی ان کے کلام کی نمایاں خوبی ہے۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

تم اپنی کہو عشق میں کیا پوچھو ہو میری
عظمت گئی، رسوائی ہوئی خوار ہوا میں

میر کے کلام میں محبوب صورت اور اچھوتی تشبیہات ملتی ہیں۔ منفرد استعارات اور علامات ان کی شاعری کی نمایاں خوبیاں ہیں۔ شامل نصاب غزلیات میں قافلہ اور نرگس مستانہ جیسے برمحل استعارات نظر آتے ہیں۔ آئینہ سا اور نقش قدم جیسی تشبیہات ان کی دلی کیفیات کو خوب واضح کرتی ہیں۔

تھا شوق مجھے طالب دیدار ہوا میں
سو آئینہ سا صورت دیدار ہوا میں

میر کے اسلوب میں ایک خاص کشش ہے۔ نادر تراکیب اور تلمیحات میر بہت خوبی سے استعمال کرتے ہیں۔ یہ آسان اور عام فہم تراکیب شاعرانہ حسن میں اضافہ کرتی ہیں۔ ردیف اور قافیے کا خوبصورت استعمال نغمگی، ردھم، موسیقیت اور ترنم کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔

مجنوں و کوہ کن نہ تلف عشق میں ہوئے
مرنے پہ جاں ہی دیتے ہیں اس خاندان کے لوگ

مخزن سوالات:

سوال: : میر کی غزلیات سماجی شعور اور دنیاوی حقیقتوں سے پردہ اٹھاتی ہیں۔ شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے روشنی ڈالیے۔

1- جب دور گیا قافلہ تب چشم ہوئی باز کیا پوچھتے ہو دیر خبردار ہوا میں

2- کیا جیتنے کا فائدہ جو شیب میں چیتا سونے کا ساں آیا تو بیدار ہوا میں

3- غافل ہیں ایسے سوتے ہیں گویا جہاں کے لوگ حالانکہ رفتنی ہیں سب اس کارواں کے لوگ

4- اب پست و بلند ایک ہی جوں نقش قدم یاں پامال ہوا خوب تو ہموار ہوا میں

5- بت چیز کیا ہے جس کو خدا مانتے ہیں سب خوش اعتقاد کتنے ہیں ہندوستاں کے لوگ

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

سوال:: میر کی شاعری فنی محاسن سے مالا مال ہے

یا

میر کی شاعری میں تشبیہات، استعارات اور مرکبات کا خوب استعمال ملتا ہے مثالوں کی مدد سے وضاحت کیجیے۔

جواب: **تراکیب:** شمشیر ستم، صورت دیوار، طالب دیدار، عشق پیشگاں، کوئے بتاں، مجنوں و کوہ کن، خصم جان، محرم روش، پست و بلند، سر سودا، نرگس مستانہ، شہر وفا

تشبیہات و استعارات: آئینہ سا، جوں نقش قدم، قافلہ، نرگس مستانہ،

تلمیحات: مجنوں و کوہ کن

سادگی، سلاست روانی، ردیف قافیہ ترنم، نغمگی، ردھم، موسیقیت

سوال: میر کی شاعری میں محبوب تمام خوبیوں اور خوبصورتیوں کا مرقع ہے۔ شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے وضاحت کیجیے

سوال: میر محبت میں درپیش واقعات کو بڑی خوبی سے بیان کرتے ہیں۔ شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

سوال: میر کی شاعری عشق و محبت میں خلوص کو کو ظاہر کرتی ہے۔ شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

سوال: میر کی شاعری ان کی ذاتی زندگی کی عکاسی کرتی ہے۔ شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

سوال: میر کی شاعری شاعری نہیں، غم کی داستان ہے۔ شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

سوال: میر ایک غمزدہ انسان ہیں جس کا عکس ان کی شاعری میں جابجا نظر آتا ہے۔ شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

ناصر کاظمی

تنقیدی جائزہ / فنی و فکری اسلوب

اردو ادب کے نامور شاعر ناصر کاظمی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ شروع میں آپ کا رجحان نظم گوئی کی طرف رہا لیکن پھر آپ نے غزل گوئی میں طبع آزمائی کی، اور اس میدان میں انہوں نے خوب جھنڈے گاڑے۔ ناصر کاظمی شاعر کی حیثیت سے پورے ملک میں مشہور ہوئے۔ ناصر کاظمی ایک حساس شاعر تھے ان کی حساسیت قلم کی نوک پر آگئی اور لفظوں کی صورت میں صفحے پر بکھر گئی۔

یوں تو ناصر کی شاعری میں غزل اپنی تمام تر روایتی موضوعات سے سجی ہے۔ لیکن تقسیم ملک، ہجرت اور لوگوں کے بچھڑنے کے دکھ نے ان کی شاعری پر گہرا اثر ڈالا۔ اسی بنا پر ان کی شاعری میں غم دوراں، اجڑتے ہوئے شہروں کی کہانی اور غم جاناں کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ ناصر میر سے متاثر تھے اسی لیے ان کی شاعری میں سوز و گداز دیکھنے کو ملتا ہے۔ غم عشق اور غم دوراں سے مزین شاعری دلوں کو چھو جاتی ہے۔ ناصر کی شاعری احساس کی شدت، تنہائی، اداسی کے تذکرے اور ہجرت کے کرب جیسے عناصر سے سجی ہے۔

بول اے میرے دیار کی سوئی ہوئی زمیں
میں جن کو ڈھونڈتا ہوں کہاں ہیں وہ آدمی

ایک شاعر کسی بھی معاشرے کا حساس فرد ہوتا ہے۔ جو اپنے ارد گرد ہونے والی تبدیلیوں کو محسوس کرتے ہوئے انہیں اشعار میں ڈھال دیتا ہے۔ تقسیم ملک کے اثرات نے ناصر کو توڑ ڈالا۔ انبالہ سے لاہور شہر میں ہجرت نے انہیں بے چین کر دیا۔ لاہور جو علم و ادب کا مرکز تھا، جہاں شعرا کی محفلیں سجتی تھیں آج حالات کی وجہ سے خاموشیوں میں گھر گیا۔ دوستوں یاروں کی محفلیں سنسان ہو گئیں۔ ان کی شاعری میں تنہائی، اداسی اور غم زدگی کا مضبوط تاثر ملتا ہے۔

وہ شاعروں کا شہر وہ لاہور بجھ گیا
اگتے تھے جس میں شعر وہ کھیتی ہی جل گئی

غم دوراں ہو یا غم جاناں دونوں صورتوں میں ناصر اداس تو ہیں مایوس نہیں۔ ان کی شاعری امید کی جوت جلاتی ہے۔ مایوسی کے اندھیروں سے نکالتی ہے۔ ناصر کے کلام میں یاسیت کے بجائے رجائیت کا پہلو نمایاں ہے۔ ہجر اور محبوب کی طرف سے ملی

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

پریشانیوں پر نہ خود گھبراتے ہیں اور نہ دوسروں کو مایاس ہونے دیتے ہیں۔ جب تک سانس تب تک آس والا معاملہ ہے۔ خزاں کے بعد بہار فطری امر ہے۔

بے کار بیٹھے رہنے سے بہتر ہے کوئی دن
تصویر کھینچیے کسی موجِ خیال کی

ناصر اپنی دلی کیفیات کو نہایت سادگی سے پیش کرتے ہیں۔ ان کا رومانوی کلام دل سے نکلتا ہے اور دل میں اثر تا کرتا ہے۔ ان کی شاعری میں محبوب سے شکوہ نہیں، نارسائی کا گلہ نہیں، ستم ظریفی کی شکایت نہیں بلکہ ہر لفظ محبت سے گندھا ہے۔ وہ اپنی یک طرفہ محبت سے مطمئن ہیں۔ عشق کی سچائی اور وصال کی تڑپ نمایاں نظر آتی ہے۔

آرزو ہے کہ تو یہاں آئے
اور پھر عمر بھر نہ جائے کہیں

ناصر کی شاعری سچے جذبوں کی ترجمان ہے۔ ان کے فن کا کمال دیکھیے کہ نپے تلے الفاظ میں دل کی پوری داستان سنا دیتے ہیں، مبالغہ آرائی سے دور، سادگی سے کہی بات اثر انگیز ثابت ہوتی ہے۔

آج دیکھا ہے تم کو دیر کے بعد
آج کا دن گزر نہ جائے کہیں

سادگی، سلاست اور روانی ناصر نے میر سے لی ہے۔ جس نے انہیں بے پناہ عروج بخشا۔ دھیما لہجہ اور الفاظ کا چناؤ پڑھنے والوں کے حواسوں پر چھا جاتا ہے۔ محبت کے حوالے سے خدشات کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔

نیت شوق بھر نہ جائے کہیں تو بھی دل سے اتر نہ جائے کہیں

انوکھی تشبیہات، نادر استعارات اور خوبصورت ردیف قافیے کا استعمال ناصر کے کلام کا خاصہ ہے۔ یہ سادہ اور دلنشیں انداز ان کے دکھ اور کرب کو خوب بیان کرتا ہے۔

میٹھے تھے جن کے پھل وہ شجر کٹ گئے
ٹھنڈی تھی جن کی چھاؤں وہ دیوار گر گئی

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

ناصر کاظمی کی شاعری کے پہلو

1۔ عشق میں درپیش خدشات / اندیشے / خطرات / خوف / ڈر

2۔ عشقِ مجازی کی کیفیات

3۔ شہر آشوب / تقسیمِ ملک اور ہجرت کے اثرات

4۔ لوگوں کے رویوں کا دکھ

5۔ غمِ روزگار

6۔ امید

(اشعار میں موجود علامات)

کھیتی، پھل، شجر، روشنی، دیدہ و دل، چھاؤں، موجِ خیال

مخزنِ سوالات:

1۔ ناصر کی شاعری میں تنہائی، محرومی اور عدم اطمینان کی کیفیات خوب نظر آتی ہیں۔ حوالہ جات کی مدد سے وضاحت کیجیے۔

2۔ ہجرت اور سیاسی و سماجی ناہمواریوں نے ناصر کی شاعری میں ایک تشنگی اور اداسی کا رنگ دیا ہے۔ شاملِ نصاب غزلیات کے حوالے سے جواب دیجیے۔

3۔ ناصر کی شاعری اداس تو کرتی ہے لیکن مایوس نہیں کرتی۔ ان کی شاعری میں امید کی آواز سنائی دیتی ہے۔ حوالہ جات کی مدد سے وضاحت کیجیے۔

4۔ ناصر عشق میں درپیش خدشات کو بڑی عمدگی سے بیان کرتے ہیں۔ شاملِ نصاب غزلیات کے حوالے سے جواب دیجیے۔

5۔ ناصر نے عشق بھی کیا، درد بھی سہے لیکن شکوہ نہ کیا۔۔ شاملِ نصاب غزلیات کے حوالے سے جواب دیجیے۔

6۔ ناصر نے اپنی شاعری میں پر خلوص محبت اور درد و غم کو علامات کے ذریعے واضح کیا ہے۔ حوالہ جات کی مدد سے وضاحت کیجیے

7۔ ناصر نپے تلے الفاظ میں اپنی غمگین داستان خوب بیان کرتے ہیں۔ حوالہ جات کی مدد سے وضاحت کیجیے۔

8۔ ناصر کی شاعری کا فنی و فکری تجزیہ کیجیے۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

ناصر کاظمی

تعارف

پہلے نظم گوئی پھر غزل گوئی، بنیادی طور پر اداسی اور تنہائی کی شاعری، قدیم اور جدید شاعری کا ملاپ، تقسیم ملک، ہجرت اور لوگوں کے بدلتے رویوں کا دکھ، تشبیہات، استعارات اور علامات کا استعمال،

عشق مجازی **غم جاناں کے خدشات، اندیشے، خطرات، ڈر، خوف** محبت سے جی بھر جائے تو یہی لمحہ فکریہ ہے۔	نیتِ شوق بھر نہ جائے کہیں
محبت کی بازی ہارنے کا غم + محبت کے ہنر کی بربادی کا اندیشہ	جی جلاتا ہوں اور سوچتا ہوں
سخت دل محبوب + نارسائی کا غم + ناکام محبت ناسور بن گئی	اب جی میں ہے کہ سر کسی پتھر سے پھوڑیے
محبوب کی یاد سرمایہ جان + محبت کی دل فریب کیفیت کی تڑ جمانی + دائمی وصال کی تمنا + ناکام آرزوں کے مکمل ہونے کی امید،	آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد
ظالم سماج کا شکوہ	اے ہم سخن وفا کا تقاضا ہے اب یہی
محبوب کے حسن کی پروا، نصیحت	نہ ملا کر اداس لوگوں سے
محبت کو سات پردوں میں رکھنے کی خواہش	القصہ جیب چاک ہی کرنا پڑی ہمیں

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

غمِ دوراں، غمِ روزگار	حوالہ جات
اپنوں سے دوری دوستوں کی کمیابی اپنائیت + لحاظ + خلوص اور مروت کی کمی	کن بے دلوں میں پھینک دیا حادثات نے بول اے میرے دیار کی سوئی ہوئی زمیں میٹھے تھے جن کے پھل وہ شجر کٹ گئے
اظہارِ خیال پر پابندی + قلم اور زبان بند کر دیے گئے احساسات پر کاری ضرب لگادی	اے ہم سخن وفا کا تقاضا ہے اب یہی
شہر کی بے رونقی + احساسات و جذبات سرد پڑ گئے خوف و ہراس کا ڈیرہ ہے، عدم تحفظ کا احساس ماحول نے ویرانی و اداسی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ شہر کی گلیاں اپنے مکینوں کی تلاش میں ہیں	بازا بند راستے سنسان بے چراغ گلیوں میں اب تو شام سے پھرتے ہیں پہرہ دار
حالات کو سمجھنے اور بدلنے والوں کی کمی پر خلوص رہنماؤں کی کمی + آٹے میں نمک کے برابر	اے روشنیٔ دیدہ و دل اب نظر بھی آ
امید کی جوت جگاتے ہیں + اداس ہیں مایوس نہیں مشہور ہے " جب تک سانس تب تک آس " عمل اور کوشش جاری رہنی چاہیے خزاں کے بعد بہار ضرور آتی ہے + حالات زبانوں کو گنگ اور ہاتھوں کو مفلوج تو کر سکتے ہیں لیکن سوچ پر کوئی پہرہ نہیں بٹھا سکتا	بے کار بیٹھے رہنے سے بہتر ہے کوئی دن
بے فکر زندگی کی تلاش	ناصر بہت سی خواہشیں دل میں ہیں بے قرار
ادب کی حالت پر رنجیدہ	وہ شاعروں کا شہر وہ لاہور بجھ گیا

Mega Lecture

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

فراا حمد فراز

فنی و فکری جائزہ / تنقیدی تجزیہ

فراز احمد فراز اردو غزل کے حوالے سے عوام و خواص میں مشہور ہوئے۔ ان کی غزلیات غمِ دوراں اور غمِ جاناں کا خوبصورت امتزاج لیے ہوئے ہیں۔ کئی مشہور گلوکاروں نے ان کا کلام گایا اور یوں ان کی غزلیات زبانِ زدِ عام ہو گئیں۔ ابتدا میں فراز کی شاعری نوجوانوں میں خوب مقبول ہوئیں اور انہیں "ٹین ایجر شاعر" کہا جانے لگا۔ انہوں نے اس پر مایوسیت کے بجائے شاعری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا اور منزل در منزل ترقی کرتے گئے۔

اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں

ایک جانب تو فراز کی شاعری میں رومانوی کلام پورے جذبات کے ساتھ جلوہ گر ہے تو دوسری جانب سماجی استحصال، طبقاتی کشمکش، دنیا کی بے ثباتی، بدلتی اقدار، لوگوں کے ناروا رویے اور سامراجی قوتوں کے خلاف احتجاج بھی ان کی شاعری کا نمایاں موضوع ہے۔ وہ آزادیِ تحریر اور آزادیِ تقریر کے قائل تھے۔ اس اعتبار سے باغیانہ شاعری کے نمائندہ شاعر ٹھہرے۔

اردو شاعری کے مطابق فراز بھی محبوب کی بے توجہی اور بے وفائی کا شکوہ کرتے ہیں۔ وہ عشق کی معراج پر نظر آتے ہیں جس مقام پر محبت میں مرنا باعثِ فخر سمجھا جاتا ہے۔ محبوب سے جدائی سانس کی ڈوری توڑنے کے لیے کافی ہے۔ فراز کا عقیدہ ہے کہ عشق سود و زیاں سے ماورا ہوتا ہے۔ سچا عاشق اپنی یک طرفہ محبت میں ہی خوش رہتا ہے۔ ان کی رومانوی شاعری میں سادگی و سلاست ہے لیکن عامیانہ پن نہیں ہے۔

اس کی وہ جانے اسے پاسِ وفا تھا کہ نہ تھا
تم فراز اپنی طرف سے تو نبھاتے جاتے

حساس دل شاعر معاشرے میں لوگوں کے بدلتے سے پریشان ہے۔ بڑے دکھ سے لوگوں کی ہٹ دھرمی پر اپنی غلطی تسلیم کر لیتا ہے۔ لوگوں کے لیے غلط اور صحیح کا معیار ہی بدل گیا ہے۔ منافقانہ رویے انسان کا سہارا بن گئے ہیں۔ ان حالات میں خلوص کی پرکھ کیسے ممکن ہے۔ اپنی بے وقعتی کا احساس انہیں اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ ان موضوعات کی بدولت معاشرتی رویوں پر تنقید ان کی شاعری کا بڑا حصہ سمجھی جاتی ہے۔

کس کو ہمارے حال سے نسبت ہے کیا کہیں
آنکھیں تو دشمنوں کی بھی پرنم ہیں دوستو

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

فراز کی زندگی میں آمریت بار بار برسر اقتدار رہی۔ اظہار رائے پر بے جا پابندی انہیں بغاوت پر اکساتی۔ فراز کی شاعری میں ظلم اور جبر کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا سبق ملتا ہے۔ ان کی مزاحمتی شاعری ظلم کے خلاف مر کٹوانے جیسے موضوعات سے سجی ہے

جشنِ مقتل ہی نہ برپا ہوا ورنہ ہم بھی
پابجولاں ہی سہی ناچتے گاتے جاتے

زندگی کی تمام تر پریشانیوں کے باوجود وہ قارئین کو مایوسی کے اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے نہیں چھوڑ دیتے بلکہ امید کی روشنی دکھا کر عمل پر آمادہ کرتے ہیں۔

شکوہ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

فراز اپنے اشعار میں واردات قلبی کا بیان نہایت موثر انداز میں کرتے ہیں۔ ان کا دل رومان پرور احساسات سے لبریز تھا۔ محبت کے معاملات، ہجر کی کیفیات، نارسائی کا دکھ اور وصل کی تمنا کا اظہار تاثیر رکھتا ہے۔ فراز کے کلام کی نمایاں خوبی بے ساختگی اور برجستگی ہے۔ یہی بے ساختگی کلام میں فطری انداز پیدا کرتی ہے۔

سلسلے توڑ گیا وہ سبھی جاتے جاتے
ورنہ اتنے تو مراسم تھے کہ آتے جاتے

فراز نے فیض کی تقلید کی۔ دونوں کے حالات و واقعات میں بھی یک رنگی سی پائی جاتی ہے۔ انہوں نے نہایت خوبی سے رومان اور حقیقت کو یکجا کیا۔ اس فنی مہارت پر عوام و خواص میں خوب مقبولیت حاصل کی۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

فراز کی شاعری کے پہلو

"عشق مجازی، محبوب کی بے وفائی، وصال کی خواہش، ہجر کا غم، یک طرفہ محبت پر خوش، سود و زیاں سے ماورا عشق، محبت رگوں میں خون کی مانند،

"آمریت اور سامراجیت کا غم

معاشرتی حالت پر رنجیدہ

"لوگوں کے رویوں کا دکھ منافقت، بے وقعتی، خود پر الزام، ناقدری کا احساس

"امید اور عمل کی دعوت

اسلوب کی خوبیاں

سادگی، سلاست، روانی

ردیف قافیے کا خوبصورت استعمال: ترنم، ردھم، موسیقیت، نغمگی

برمحل مرکبات کا استعمال شہر آرزو، شکوۂ ظلمتِ شب، جشن مقتل، پاسِ وفا

تکرارِ تلفظی

مخزنِ سوالات:

1۔ فراز کی شاعری عشقیہ جذبات کی عکاس ہے۔ مثالوں کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

2۔ فراز ہر حال میں محبت نبھانا جانتے ہیں۔ اور اپنی یک طرفہ محبت سے مطمئن بھی۔ شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

3۔ فراز کی شاعری عشق کے روایتی موضوعات سے سجی ہے۔

4۔ فراز کی شاعری معاشرتی رویوں کے بدلاؤ کے منفی اثرات دکھاتی ہے۔ شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

5۔ فراز سماجی قدروں کی پامالی کا احساس دلاتے ہوئے عمل اور ذمہ داری کا احساس دلاتے ہیں۔ مثالوں سے تجزیہ کیجیے۔

6۔ فراز اپنی شاعری میں آمریت اور سامراجیت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرتے ہیں۔ شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

7۔ سیاسی و سماجی ناہمواریوں نے فراز کی شاعری کو یاسیت اور محرومی سے بھر دیا۔ مثالوں کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

8۔ فراز کی شاعری کا فنی و فکری جائزہ لیجیے۔

Mega Lecture

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123

Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

فیض احمد فیض

تنقیدی تجزیہ / فنی و فکری جائزہ

فیض ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شرافت دیانت اور محنت کی وجہ سے علاقے بھر میں مشہور تھے۔ فیض کو دورانِ تعلیم عظیم اساتذہ سے فیض یابی کا موقع ملا۔ ادبا اور شعرا سے دوستانہ مراسم قائم ہوئے۔ اس دوستی نے فیض کی خوب ذہنی پرورش کی۔ فیض غالب اور اقبال سے متاثر تھے یوں اقبالیات، غالبیات اور اس کے بعد فیضیات کی اصطلاح خوب مشہور ہوئی۔ فیض ترقی پسند تحریک کے نمائندہ شاعر تھے۔

فیض نے فارسی الفاظ کو تراکیب کے استعمال سے اپنی شاعری کو پر تکلف، پر اثر اور دل نشیں بنایا۔ تکرارِ لفظی اور بر محل استعارات کا استعمال نے ان کی شاعری کو نکھار بخشا۔ فیض مقصدیت کے قائل تھے اسی لیے عوام میں خوب مقبول ہوئے۔ فیض ایک نڈر بے باک اور انقلابی شاعر تھے جو اپنے قلم کے بل پر حالات بدلنا چاہتے ہیں انہوں نے مارشل لا کے دور میں صدائے احتجاج بلند کی۔ نہ صرف باغیانہ شاعری کی بلکہ عوام کو بھی بغاوت پر اکسایا۔

فیض نے شاعری اور سیاست کو ایک ساتھ ملا کر ادب میں ایک نئی داغ بیل ڈالی۔ انہوں نے غم دوراں اور غم جاناں کو یک جا کر کے شاعری کو نیا رنگ دیا۔ انہوں نے دوسرے شعرا سے دوستی تو رکھی لیکن کسی کی تقلید نہ کی۔ بلکہ انفرادیت کی راہ اپنائی۔ حکومتِ وقت کے خلاف باغیانہ شاعری کی وجہ سے قید و بند کی مشکلات / صعوبتیں برداشت کیں۔ شاعری میں نعرے بازی کے بجائے پاکیزہ و شستہ زبان استعمال کی۔ خوبصورت الفاظ میں حکومت وقت اور جمہوریت کا موازنہ یوں پیش کرتے ہیں۔

غرورِ سرو و سمن سے کہ دو کہ پھر وہی تاجدار ہوں گے

جو خار و خس والیٔ چمن تھے عروجِ سرو و سمن سے پہلے

فیض ترقی پسند تحریک کے نمائندہ شاعر تھے۔ انہوں نے غزل کو ایک نیا شعور عطا کیا۔ ان کی غزلیں رومان، حقیقت، مقصدیت اور افادیت کا خوبصورت امتزاج لیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں ظلم، ریاکاری، آمریت اور سامراجیت کے خلاف آواز

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

اٹھائی ہے۔ طاغوتی طاقتیں اور استبداد فیض کے حریف / مقابل تھے۔ فیض شک، نا آسودگی اور بے اطمینانی کے دور کی پیداوار ہیں۔ افراتفری اور حالات کا عکس شاعری میں نمایاں ہے۔ طاغوتی طاقتیں ظلم کی ہر حد پار کرنا چاہتی ہیں، کہ اذیت دینے میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ قلم کے بل پر ظلم کو یوں نمایاں کرتے ہیں۔

ستم کی رسمیں بہت تھیں لیکن نہ تھی تری انجمن سے پہلے

سزا خطائے نظر سے پہلے عتاب جرم سخن سے پہلے

فیض کی شاعری صرف ہجر و فراق کا شکوہ ہی نہیں کرتی بلکہ سسکتی انسانیت کا عکس بھی دکھاتی ہے۔ فیض انسانی قدروں کی بحالی چاہتے ہیں۔ فیض کا پیغام ہے کہ آزادی انسان کا بنیادی حق ہے، وہ قید کی زنجیروں اور آمریت کے شکنجے کو توڑنا ہو گا۔

فیض دکھی اور بلکتی انسانیت کے دوست ہیں۔ وہ انصاف کے خواہاں تھے۔ ان کی شاعری میں مفاد پرست سیاست دانوں پہ تنقید بھی ہے اور مظلوموں کے خلاف ڈھال بھی ہے۔ ان کی شاعری دل و دماغ کی کشمکش دکھاتی ہے۔ عقل ہمیشہ مصلحت سکھاتی ہے سمجھوتے سکھاتی ہے جبکہ عشق بے خوفی سے کام لیتا ہے۔

ادھر تقاضے ہیں مصلحت کے ادھر تقاضائے درد دل ہے

زباں سنبھالیں کہ دل سنبھالیں اسیر ذکر وطن سے پہلے

فیض ایک انقلابی شاعر تھے۔ ان کے کلام میں مقتل اور دار و رسن جیسی علامتیں بڑی سج دھج کے ساتھ موجود ہیں۔ محبت اور سیاست کی آمیزش بڑی خوبی کے ساتھ موجود ہے۔ حقیقت اور رومان ایک دوسرے کی کہانی سناتے ہیں۔ فیض کے ہاں سسکتی انسانیت کی پکار بھی ہے اور محبوب کی نارسائی کا دکھ بھی۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے

یہ جاں تو آنی جانی ہے اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

تخیل کی بلندی اور فنی کاری کی آمیزش فیض کے کلام کو چار چاند لگاتی ہے۔ نغمگی اور ترنم کے ساتھ تاثیر فیض کا خاص کارنامہ ہے۔ فیض اپنے رومانوی کلام میں عشق کی معراج پہ نظر آتے ہیں، جہاں من و تو کا فرق مٹ جاتا ہے، جہاں محبوب کے لیے دل و جان بے وقعت ہو جاتے ہیں۔ جہاں حسب و نسب کا معیار ختم ہو جاتا ہے، جہاں ہار اور جیت کوئی معنی نہیں رکھتی۔

گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا

گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں

فیض کے رومانوی کلام میں سادگی ہے۔ کلاسیکی اثر ایک منفرد رنگ کے ساتھ جھلکتا ہے۔ معاملہ رومان کا ہو یا سیاست کا فیض کی شاعری میں امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ وہ غم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے ہیں۔

مشکل ہیں اگر حالات وہاں دل بیچ آئیں جاں دے آئیں

دل والو کوچۂ جاناں میں کیا ایسے بھی حالات نہیں

فیض کا انداز بیاں دل کش ہونے کے ساتھ ساتھ پر تکلف بھی ہے۔ کلام میں تراکیب، تشبیہ اور استعارات اس قدر بر محل ہیں کہ دل اش اش کر اٹھتا ہے۔ ذو معنی الفاظ و تراکیب، مبالغہ آرائی، تکرار لفظی اور بر محل استعارات فیض کے فن کا حسن ہیں۔

جو چل سکو تو چلو کہ راہِ وفا بہت مختصر ہوئی ہے

مقام ہے اب نہ کوئی منزل مقام دار و رسن سے پہلے

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

سوال: فیض احمد فیض نے طاغوتی طاقتوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا ہے۔ شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے جواب دیجیے۔

جواب: ترقی پسند تحریک کے نمائندہ شاعر تھے۔ فیض نے فارسی الفاظ کو تراکیب کے استعمال سے اپنی شاعری کو پر تکلف، پر اثر اور دل نشیں بنایا۔ تکرارِ لفظی اور بر محل استعارات کا استعمال نے ان کی شاعری کو نکھار بخشا۔ فیض مقصدیت کے قائل تھے اسی لیے عوام میں خوب مقبول ہوئے۔ فیض ایک نڈر بے باک اور انقلابی شاعر تھے جو اپنے قلم کے بل پر حالات بدلنا چاہتے ہیں انہوں نے مارشل لاء کے دور میں صدائے احتجاج بلند کی۔ نہ صرف باغیانہ شاعری کی بلکہ عوام کو بھی بغاوت پر اکسایا۔ ان کا لہجہ رجائی ہے۔ وہ پڑھنے والے کو مایوس کرنے کے بجائے امید دلاتے ہیں۔

فیض نے شاعری اور سیاست کو ایک ساتھ ملا کر ادب میں ایک نئی داغ بیل ڈالی۔ انہوں نے غم دوراں اور غم جاناں کو یک جا کر کے شاعری کو نیا رنگ دیا۔ ایک طرف سچے عاشق کا روپ دھار لیتے ہی تو دوسری طرف کسان، مزدور اور غریب عوام کے ترجمان بن جاتے ہیں۔

انہوں نے دوسرے شعرا سے دوستی تو رکھی لیکن کسی کی تقلید نہ کی۔ بلکہ انفرادیت کی راہ اپنائی۔ حکومت وقت کے خلاف باغیانہ شاعری کی وجہ سے قید و بند کی مشکلات / صعوبتیں برداشت کیں۔ شاعری میں نعرے بازی کے بجائے پاکیزہ و شستہ زبان استعمال کی۔ خوبصورت الفاظ میں حکومت وقت اور جمہوریت کا موازنہ یوں پیش کرتے ہیں۔

غرورِ سرو و سمن سے کہ دو کہ پھر وہی تاجدار ہوں گے

جو خار و خس والئ چمن تھے عروجِ سرو و سمن سے پہلے

فیض ترقی پسند تحریک کے نمائندہ شاعر تھے۔ ان کا دل معاشرے کی حالت پر خون کے آنسو روتا ہے۔ اس دور میں ظلم کے انداز بدل گئے ہیں، قاتل ظلم اور جبر کی ہر رسم کو بڑھ چڑھ کر ادا کرنا چاہتا ہے ان کی کوشش ہے کہ اذیت دینے میں کوئی کسر نہ رہ جائے وہ ظلم کے نئے نئے طریقے آزما رہے ہیں۔ ظلم کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عوام کی دیوانگی ان کے لیے خطرہ ہے۔ فیض در حقیقت سامراجی قوتوں کے ہتھکنڈے اور حربے عوام کے سامنے لانا چاہیے ہیں۔ آمریت پسند خفیہ ہاتھوں سے عوام کی جڑیں کاٹ رہے ہیں

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

تاکہ جب حقیقت معلوم ہو تو عوام کچھ نہ کر سکے۔ ظلم کی شدت کا مقصد بھی یہی ہے کہ عوام کے جذبات اور احساسات کو کچل دیا جائے کہ وہ سر نہ اٹھا سکیں۔ نگاہ اٹھنے سے پہلے ہی ہمیشہ کے لیے بند کر دی جاتی ہے۔ زبان کھلنے سے پہلے ہی سزا سنا دی جاتی ہے۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ظلم سے آزادی انسان کو دبا دیا جا سکتا ہے تو یہ ان کی بھول ہے کیونکہ ظلم سے ملک پر تو قبضہ کیا جا سکتا ہے دلوں پر نہیں۔۔ فیض قلم کے بل پر حکومت کے ظلم کو یوں بیان کرتے ہیں۔

ستم کی رسمیں بہت تھیں لیکن نہ تھی تری انجمن سے پہلے

سزا خطائے نظر سے پہلے عتاب جرمِ سخن سے پہلے

کرے یہ کوئی تیغ کا نظارہ اب ان کو یہ بھی نہیں

بضد ہے قاتل کہ جانِ بسمل فگار ہو جسم و تن سے پہلے

فیض دھمکی آمیز لہجے میں حکومت کو خبردار کر رہے ہیں۔ وہ وطن کے لیے کوچۂ جاناں کا استعارہ استعمال کرتے ہیں قوم سے مخاطب ہیں کہ اگر قوم یک جان ہو کر ہار جیت کی پرواہ کیے بنا بغاوت پر اتر آئے تو پھر سے جمہوریت کا راج ہو گا۔ آج اگر آمریت طاقت کے بل پر راج کر رہے ہیں تو کوئی بات نہیں جیت جمہوریت ہی کی ہو گی۔ وطن کے لیے دل ہو یا جان دونوں کا نذرانہ پیش کرنے کو تیار ہیں۔ فیض کا یہ شعر ان کے خیالات کی عکاسی کرتا ہے۔

مشکل ہیں اگر حالات وہاں دل بیچ آئیں جاں دے آئیں

دل والو کوچۂ جاناں میں کیا ایسے بھی حالات نہیں

فیض نے اپنی شاعری کے ذریعے قوم کے جذبات کو گرمایا ہے۔ کہ وہ ذلت اور رسوائی کی چادر تار تار کر دیں اور ہار جیت کی پروانہ کرتے ہوئے عشق کے میدان میں قدم رکھیں۔ دیوانگی اور جنوں عوام کا وہ ہتھیار ہے کہ جس کے سامنے آمرانہ قوتیں بھی بے بس ہیں۔ اور قوم کے جذبے کو اجاگر کرتے ہیں۔ فیض آمرانہ طاقتوں کے خلاف سر پر کفن باندھ کر نکل کھڑے ہوئے۔ قوم کی حالت

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

پر دل روتا ہے۔ آزادی برائے نام ہے زبان اور خیالات پر آمریت کے تالے لگا دیے گئے۔ اس صورت حال میں ان کے لیے دل و جان کی کوئی اہمیت نہیں۔

گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہے لگا دو ڈر کیسا

گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں

آزادی اور حریت کے لیے عشق ضروری ہے اور عشق کی بنا پر جرات سے مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ یہ عام رویہ ہے کہ انسان کا دل اور اس کا دماغ دونوں مخالف سمت میں چلتے ہیں عقل مصلحت اور سمجھوتے کا راستہ دکھاتی ہے جبکہ دل کسی کی نہیں سنتا۔ فیض بھی اسی کشمکش کا شکار ہیں۔ حالات انہیں خاموشی کا مشورہ دے رہے ہیں اور دل عوام کی حالت پر تڑپتا ہے، وہ اس وقت کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے کہ کس راستے کا انتخاب کریں اپنی اس کشمکش کو یوں بیان کرتے ہیں۔

ادھر تقاضے ہیں مصلحت کے ادھر تقاضائے دردِ دل ہے

زباں سنبھالیں کہ دل سنبھالیں اسیر ذکرِ وطن سے پہلے

یہ کہنا بالکل بجا ہو گا کہ فیض کی شاعری دکھی انسانیت کی آواز ہے۔ انسانیت کے درد نے انہیں طاغوتی قوتوں کے خلاف احتجاج اور باغیانہ شاعری پر مجبور کر دیا۔ معاشرے کے غم ان کے اشعار بن گئے۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

فیض احمد فیض

مختصر سوالات:

فیض احمد فیض نے باطل اور طاغوتی قوتوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔

آمریت کے دور میں اٹھائی صعوبتوں نے فیض کو انقلابی شاعر بنا دیا۔

ایوبی مارشل لاء کے دور آمریت میں نظر بندی اور قید و بند کی تکالیف نے انہیں ایک بے باک اور مزاحمتی شاعر بنا دیا۔

عوام کا درد اور سیاسی ابتری کی درستی کے لیے فیض قربانی کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔

فیض کے نزدیک عشق و جنوں قوم کا سرمایہ ہیں۔

فیض اپنے کلام کے ذریعے عوام میں آگاہی اور باطل قوتوں کے خلاف شعور اجاگر کرتے ہیں۔(حوالہ جات کی مدد سے وضاحت کیجیے

)

فیض کا رومانوی کلام عشق کی رسومات اور مسائل کو بیان کرتا ہے۔

فیض کا کلام رومان اور حقیقت کا خوبصورت امتزاج ہے۔

فیض کی شاعری میں ایک گرج، ردھم، غنائیت اور ترنم موجود ہے،

فیض کی شاعری فنی و فکری محاسن سے مالا مال ہے۔

فیض نے ملکی حالات اور محبوب کے غم کو اپنی شاعری میں سمو دیا ہے۔

فیض کی شاعری غم دوراں اور غم جاناں کا حسین امتزاج ہے۔

(شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے اپنی رائے دیجیے)

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

مرزا اسد اللہ خان غالب

ذخیرہ سوالات

سوال نمبر: 1۔ نصاب میں شامل غالب کے کلام میں محبت کی چاشنی، غم و آلام، ہجر کی تلخی، سعی لاحاصل، محبت میں پیش آنے والے واقعات کا بیان دل کو چھو جاتا ہے۔ شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے رائے دیجیے۔

سوال نمبر: 2۔ غالب پڑھنے والوں کو اپنے ساتھ محبت میں پیش آنے والے رنج والم کا کیسے احساس دلاتے ہیں غالب کی غزل کے حوالے سے تبصرہ کیجیے۔

سوال نمبر:3۔ غالب کی شاعری محبوب کی خوبیوں اور خصلتوں کو بے نقاب کرتی ہے۔ شامل نصاب غزلیات کے حوالے سے جواب دیجیے۔

سوال نمبر:4۔ غالب نے اپنی شاعری میں الفاظ کو کیفیات اور کیفیات کو الفاظ دیئے ہیں نصاب میں شامل کلام غالب کے حوالے سے تبصرہ کیجیے۔

سوال نمبر: 5۔ غالب کی شاعری کی اہم خصوصیات میں شوخی و ظرافت اور نادر تشبیہات بہت اہم ہیں نصاب میں شامل کلام کے حوالے سے مثالیں سے کر وضاحت کیجیے۔

سوال نمبر: 6۔ غالب کی شاعری کل بھی پُر اثر تھی، آج بھی پُر اثر ہے اور کل بھی رہے گی غالب کے اشعار کی روشنی میں تبصرہ کیجیے۔

سوال نمبر : 7۔ غالب کی غزل کی ان خصوصیات کا جائزہ لیجیے جن کی وجہ سے انہیں اردو کا عظیم شاعر قرار دیا جاتا ہے۔

سوال نمبر: 8۔ غالب نے اپنی شاعری میں زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کیا ہے اشعار کے حوالے سے اس بیان پر تبصرہ کیجیے۔

سوال نمبر : 9۔ مرزا غالب کی غزل میں انسانی جذبات و محسوسات کی عکاسی خوبسے خوب تر کی صورت میں نمایاں ہے کلام غالب کے حوالے سے تبصرہ کیجیے۔

سوال نمبر: 10۔ غالب کو شاعرانہ کمالات کی بنیاد پر شہنشائے غزل کہا جاتا ہے۔ نصاب میں شامل غزلوں سے مثالیں دے کر واضح کیجیے۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

مرزا اسد اللہ خان غالبؔ

غالبؔ کا اصل نام اسد اللہ بیگ تھا۔ غالب کو جدید اردو غزل کا موجد تسلیم کیا جاتا ہے۔ انہوں نے نظم و نثر دونوں میں اپنا لوہا منوایا۔ بے مثال غزل گوئی نے انہیں اردو شاعری کا بے تاج بادشاہ بنا دیا۔ غالب نے غزل کے تمام تخلیقی امکانات کو تصرف میں لا کر اسے کمالِ فن تک پہنچا دیا۔ غالب کی شاعری کے پہلے دور پر فارسیت کا غلبہ رہا، لیکن دوسرے دور میں آسان اور سلیس اردو کے استعمال نے انہیں ایک منفرد اور آفاقی شاعر بنا دیا۔ غالب نے اپنے کلام میں اپنی عہد کی تاریخ، حالات کی تصویر، اپنی قد آور شخصیت اور اپنے خاندانی پس منظر کی عکاسی بھی کی ہے۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

غالب سے پہلے اردو شاعری صرف حسن و عشق کے معاملات اور دل کی کیفیات کی ترجمان تھی، لیکن غالب نے اسے فلسفیانہ، حکیمانہ اور صوفیانہ اندازِ فکر عطا کیا۔ عشق مجازی میں ذلت و رسوائی کے بعد اللہ کی تعریف و توصیف میں منہمک نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری روحانیت کے مسائل اور عالم بالا کے اسرار منکشف کرتی ہے۔

یہ مسائل تصوف یہ تیرا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

اسے کون جان سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا

غالب مبالغہ آرائی کے فن میں ماہر ہیں۔ معاملہ محبت کا ہو فلسفہ غم کا دونوں صورتوں میں غالب کا تخیل عروج پر ملتا ہے۔ اردو شاعری میں رقیبوں سے ان بن اور حسد بہت مشہور ہے۔ یہی روایتی موضوع غالب کی شاعری میں بھی انفرادیت کے ساتھ موجود ہے وہ اپنے ساتھ ساتھ رقیب کی عزت کے بھی خواہاں ہیں۔ یہاں ان کا مغل بادشاہوں سے حاصل رکھ رکھاؤ ظاہر ہوتا ہے۔

حسن اور اس پہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیوں

غالب نے اپنی زندگی میں بے شمار مصائب، مالی مسائل اور مشکلات کا سامنا کیا۔ غموں سے بھری زندگی نے غالب کی شاعری کو بھی غم سے بھر دیا۔ غالب کی زندگی غم کی تصویر ہے۔ ان کی خستہ حالی ہر شخص پر عیاں ہے۔ غالب کی شاعری واضح کرتی ہے کہ غم اور

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

زندگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے غمِ جاناں سے واسطہ نہ بھی ہو تو غمِ دوراں انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ یوں غالب کی غزل کو غم کا دبستان کہنا بے جا نہ ہو گا۔ غالب نے غمِ عشق کو گلے لگا کر ہر غم کو بھلا دیا۔

قیدِ حیات و بندِ غم دونوں اصل میں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ بچیں کہاں کہ دل ہے،
غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

غالب کے کلام کی ایک نمایاں خصوصیت اُن کا ایجاز ہے وہ بہت طویل بات کو شعر میں اس طرح سمو دیتے ہیں کہ نہ صرف اُن کو فن کاری کا بھرپور اظہار ہو جاتا ہے بلکہ شعر کی دلکشی اور تاثیر بے حد بڑھ جاتی ہے۔ ان کی حقیقت پسندی زندگی کی تلخ حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے۔ غالب کی شاعری کا ہر نغمہ زندگی کی تاروں سے بیدار ہوتا ہے۔ انسانی نفسیات کا مطالعہ ان کی شاعری کا خاصہ ہے

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

غالب کی شاعری کی ایک اور نمایاں خوبی خوبصورت تشبیہات اور دل آویز استعارات کا استعمال ہے۔ غالب قدیم اور روایتی تشبیہات کی بجائے جدید اور دلکش تشبیہات کا استعمال کرتے ہیں۔ محبوب کی بھنوؤں کو نیزے کی مانند قرار دیتے ہیں تو اس کی ادائیں غالب کو کسی تیر سے کم نہیں لگتیں۔ محبوب کی نزاکت کو وعدے سے کمزوری سے تشبیہ دینا ان کے شاعرانہ کمال کو ظاہر کرتا ہے۔ تیر نیم کش، سنگ و خشت، دشنہ غمزہ، ناوک ناز، صورتِ مہر نیم روز وغیرہ

دشنۂ غمزہ جاں فزا ستاں ناوکِ ناز بے پناہ
تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیرے آئے کیوں
دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

غالب کی شاعری اچھوتی تراکیب سے سجی ہے جو شعر میں نیا پن پیدا کرتی ہیں۔ ان کی شاعری تخیل کی فضا میں سانس لیتی ہے۔ داخلی کیفیات کا بیان، سراپا نگاری، جدت اور انفرادیت کے ساتھ ان کی شاعری میں نظر آتی ہے۔ غرورِ عزو ناز ، جمالِ دل فروز جیسی تراکیب کلام کے حسن میں اضافہ کرتی ہیں۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

تیری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

غرض یہ کہ غالب کی شاعری ایک ہشت پہلو نگینے کی مانند ہے۔ اس کو جس بھی زاویے سے دیکھیں ایک الگ مطلب دکھائی دیتا ہے ۔ان کی شاعری میں جدت، ندرت، دشوار پسندی، مضمون آفرینی، پہلو داری، حقیقت نگاری، معاشرتی ترجمانی، ایجاز و اختصار، خودداری، بلند خیالی، شوخی، ظرافت، دل کشی جیسی نمایاں خصوصیات موجود ہیں

غالب کی شاعری کے موضوعات:

1۔ غمِ جاناں + محبت میں ناکامی + خودداری اور وضع داری + انا پرستی

ہوئے مر کر ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نا کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

2۔ زندگی اور غم کا فلسفہ + زندگی غم سے عبارت

3۔ تصوف (یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا)

4۔ شاعرانہ تعلّی

5۔ ناقدری، بے حیثیتی، بے وقعتی کا بیان (غالب خستہ کے بنا کون سے کام بند ہیں روئیے زار زار کیا کیجیے ہائے ہائے کیوں)

6۔ محبوب کی محبت میں دوستوں سے شکوہ (یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا)

7۔ شوخی و ظرافت۔ (حسن اور اس پر حسنِ ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیوں)

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

سید سلیمان ندوی کا اندازِ سیرت نگاری

سید سلیمان ندوی اپنے عہد کے مؤرخ، جید عالم، محقق، نثر نگار اور سیرت نگار کے طور جانے جاتے ہیں۔ انہیں علامہ شبلی نعمانی اور اشرف تھانوی جیسی عظیم شخصیات کی قربت حاصل رہی۔ اس قربت نے ان کی شخصیت کو اپنے دور کا آفتاب بنا دیا جس کی روشنی سے اب بھی مسلمان فیض حاصل کر رہے ہیں۔ ان کی وجہ شہرت سیرت النبی ﷺ کی تکمیل ہے۔ جس کا آغاز ان کے استاد شبلی نعمانی نے کیا تھا۔ اسی طرح مذہبی شخصیات کی سیرت نگاری نے ان کا نام تاریخ میں امر کر دیا۔

اسوۂ حسنہ ﷺ سید سلیمان ندوی کی گراں قدر تصنیف ہے۔ یہ مضمون ان کی کتاب خطبات مدراس سے لیا گیا ہے۔ اس مضمون میں سینکڑوں کتابوں کا خلاصہ اور کئی کتابوں کا نچوڑ شامل ہے۔ شامل نصاب مضمون میں اسی لیے انداز خطابیہ ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت کے پہلوؤں پر روشنی اسے ایک تحقیقی مضمون بنا دیتی ہے۔ آپ ﷺ کی حیثیات کو متعارف کرانے کے لیے مدلل انداز اپنایا ہے۔

"بحرین کے خزینہ دار، شعب ابی طالب کے محصور، بدر و حنین کے سپہ سالار،
مسجد مدینہ کے وعظ، حجر اسود کے ثالث، سلطان عرب اور فاتح مکہ جیسے
حوالہ جات اس مضمون کو تحقیقی اندازِ فکر دیتے ہیں"

جذباتی باتوں کے بجائے مصدقہ معلومات اور حتمی انداز قاری کو سیرت اپنانے پر قائل کر دیتا ہے۔

جیسا کہ وہ لکھتے ہیں۔

"ایک حاکم کے لیے محکوم کی زندگی اور ایک دولت مند کے لیے غریب کی زندگی
اور ایک غریب کے لیے دولت مند کی زندگی کامل مثال اور نمونہ نہیں بن سکتی۔

یا ایک مقام پر یوں لکھتے ہیں کہ

"اس دنیا کی بنیاد اختلاف عمل پر ہے۔ باہمی تعاون، اور مختلف پیشوں
اور کاموں کے ذریعے ہی یہ دنیا چل رہی ہے"

سیرت نگاری میں ان کا اسلوب اس قدر رواں ہے کہ ان کی فنکارانہ صلاحیتوں کو نظر انداز کرنا تکبر ہو گا۔ اسلوبِ بیاں انتہائی شگفتہ ہے لیکن فصاحت ہر جملے میں موجود ہے۔ آپ ﷺ کی حیثیات کو بیان کرنے میں شگفتگی کا عنصر جابجا نظر آتا ہے۔ کہیں بھی تحریر بوجھل، خشک یا سپاٹ محسوس نہیں ہوتی۔ جیسا کہ لکھتے ہیں

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

"ہم کبھی راضی ہیں کبھی ناراض، کبھی خوش ہیں، کبھی غم زدہ، کبھی مصائب
سے دوچار ہیں تو کبھی نعمتوں سے مالامال،، کبھی ناکام ہوتے ہیں اور کبھی کامیاب"

یہ مضمون اس قدر موثر ہے کہ قاری کے دل میں محبت رسول ﷺ کی کونپلیں پھوٹ پڑتی ہیں۔ قاری بے اختیار آپ ﷺ کی سیرت کو اپنانے کا خواہش مند ہو جاتا ہے۔ نتیجہ خیز گفتگو اور پر جوش لہجہ ان کی تحریر کا خاصہ ہے۔ جو قاری کو اپنی طرف مائل کرتا ہے۔ آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"راستوں، رنگوں اور مذاقوں کا اختلاف تھا مگر خدا ایک تھا رسول ایک تھا
قرآن ایک تھا اور قبلہ ایک تھا ہر راستہ اور کام سے مقصود دنیا کی درستی،
خلق کی ہمدردی خدا کے نام کی اونچائی اور حق کی ترقی تھی۔"

غرض یہ کہ سید سلیمان ندوی نے سیرت نگاری کے ہر تقاضے کو نبھایا۔ ان کا پر جوش اور محبت بھرا لہجہ مسلمانوں کا تعلق آپ ﷺ سے مضبوط کرتا ہے۔

Mega Lecture

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

آپ ﷺ کی حیثیات

بادشاہ	رئیس	حاکم	محکوم
دولتمند	غریب	فاتح	مفتوح
رعایا	استاد	شاگرد	واعظ / ناصح
تنہا	کاروباری	سفری کاروباری	قاضی / ثالث
شوہر	باپ	نانا	عابد وزاہد

واقعات اور ان میں موجود سبق

شعب ابی طالب	عزم استقلال۔ صبر۔ توکل۔ رضا۔ مصیبتوں کی برداشت۔ قربانی۔ فقر وفاقہ
فتح مکہ	شکر گزاری۔ عفو ودرگزر۔ عاجزی۔ رحم وکرم۔
محکوم قریش	استقامت۔ صبر۔ ایثار۔ رقیق القلبی
بدر وحنین	فتح پر شکر۔ عاجزی۔ عزم واستقلال۔ مشورہ / مشاورت۔ شجاعت
احد	شکست سے سبق سیکھنا۔ راضی برضا۔ تقدیر
صفہ کی درس گاہ	شفقت۔ ہمدردی۔ دلی محبت۔
وحی	فرمانبرداری۔ دین حق کی سربلندی کا جذبہ
حجر اسود کی تنصیب	فہم وفراست۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

سوال: سید سلیمان ندوی نے سیرت النبی کے جن پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔ وہ ہر دور کے ہر طبقۂ انسانی کے لیے رہنمائی کا کامل ذریعہ ہے۔ مضمون اسوہ حسنہ کی مدد سے وضاحت کیجیے۔

سوال: آپ ﷺ کی زندگی نہ صرف امت مسلمہ بلکہ دنیا کے ہر فرد کے لیے مشعل راہ ہے۔ اسوۂ حسنہ کے حوالے سے جواب دیجیے۔

یا

ہر حیثیت کے اعتبار سے آپ ﷺ انسانوں کے لیے دائمی نمونہ ہے۔ اسوۂ حسنہ کے حوالے سے جواب دیجیے۔

جواب: سید سلیمان ندوی اردو ادب کے مایہ ناز مؤرخ، محقق، سیرت نگار اور ادیب کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی دین اور ملت کے لیے صرف کر دی۔ ان کی وجہ شہرت سیرت النبی کی تکمیل ہے جو کہ ان کے استاد شبلی نعمانی کی ادھوری تصنیف تھی۔ شبلی نعمانی کی زندگی نے وفا نہ کی یوں یہ عظیم کارنامہ ان کے نصیب میں لکھا گیا۔ شامل نصاب مضمون "اسوۂ حسنہ" ان کی کتاب خطباتِ مدراس سے لیا گیا ہے۔

سید سلیمان ندوی نے "اسوہ حسنہ" میں سیرت کا دائرہ آپ ﷺ کی عادات اور واقعات سے بڑھا کر تعلیمات نبوی اور شریعت اسلام تک وسیع کر دیا اس مضمون میں سینکڑوں کتابوں کا عطر شامل ہے۔ اس دنیا کی بنیاد اختلاف عمل پر ہے جہاں ہر شخص ایک علیحدہ سوچ اور رائے کا مالک ہے اور ہر مختلف رائے رکھنے والا آپ ﷺ کی تعلیمات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جیسا کہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

"ایک حاکم کے لیے محکوم کی زندگی اور ایک دولت مند کے لیے غریب کی زندگی
اور ایک غریب کے لیے دولت مند کی زندگی کامل مثال اور نمونہ نہیں بن سکتی۔

آپ کی بے خطار ہبری ہر دور میں نسل آدم کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ موجود ہے۔ قرآن میں تمام احکامات موجود ہیں اور آپ ﷺ کی زندگی ہمیں ان احکامات کی عملی تصویر نظر آتی ہے۔ سید سلیمان ندوی دوسرے مذاہب سے موازنہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کی آفاقیت واضح کرتے ہیں۔

"دین اسلام نے سب سے بہتر تدبیر اختیار کی، اس نے اپنے پیغمبر کا عملی نمونہ سب کے سامنے رکھ دیا"

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

ہم کسی بھی پیشے سے تعلق رکھتے ہوں کسی بھی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہوں۔ آپ کی ذات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ جیسا کہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

" ایک بادشاہ، جمہور، محکوم، حاکم، فاتح، مفتوح، سپہ سالار، افسر قاضی، جج، زاہد، عابد، امیر، غریب، تاجر، سوداگر، امام غرض ہر طائفہ انسانی کے لیے آپ ﷺ ایک عملی مجسمہ ہیں"

افعال ہمارے جسم کے ہوں یا جذبات کے، ہر کام کے لیے ہمیں ایک رہنما کی ضرورت ہے اور یہ رہنما آپ ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر مرحلے کے لیے سبق دیا اور ہر حکم کو خود پر نافذ کر کے دکھایا تمام انسانوں کے لیے آپ کی پیروی ہی نجات کا ذریعہ ہے۔

" ہم چلتے پھرتے بھی ہیں، کھاتے پیتے بھی ہیں سوتے جاگتے بھی، ہنستے بھی ہیں اور روتے بھی، تمام امور کے لیے ہمیں ایک عملی نمونے کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں وہ افعال جن کا تعلق دل و دماغ سے ہے ان سن کے لیے عملی سیرت کی ضرورت ہے یہ شخصیت آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔"

آپ ﷺ ایک نور کے سورج کی مانند ہیں یا ایک برستے بادل کی مانند جو رحمت برسا رہا ہے اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اس سورج سے کتنی روشنی حاصل کریں اور اس بادل سے کتنا اپنے دلوں کو زرخیز کریں۔

مصنف نے تمثیلاتی انداز میں مختلف تاریخی واقعات کا حوالہ دے اس مضمون کو مدلل بنا دیا۔ کہیں بنی نظیر، خیبر، فدک کے رئیس اور فاتح بدر و حنین کی مثال دی تو کہیں شعب ابی طالب کی محصورین اور تنہا مبلغ کی طرف اشارہ کیا۔ یوں یہ مضمون قاری کو سو فیصد قائل کرتا ہے۔

آپ ﷺ چاند کی مانند ہیں تو صحابی کرام روشنی کے ستارے، آپ کا امتی ہونے کی حیثیت سے ہمارا اولین فرض ہے کہ ہم آپ ﷺ کی پیروی کریں۔ سید سلیمان ندوی حدیث مبارکہ کا بر محل حوالہ دیتے ہیں۔ آپ کا ارشادِ مبارک ہے۔

" اگر تمہیں خدا کی محبت کا دعویٰ ہے تو آؤ میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا۔"

یہ تحریر ہمارے دلوں میں آپ ﷺ کی محبت اور وابستگی پیدا کرتی ہے۔ سید سلیمان ندوی نے نہایت مدلل انداز میں آپ ﷺ کی سیرت کو اپنانے کا درس دیا ہے۔ آپ دائمی پیغمبر ہیں اور ہمارے لیے راستے کا چراغ ہیں۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

کنڈکٹر

مصنفہ کا تعارف

لکھنو کی پیدائش

لکھنؤ کے ادب اور زباندانی کا گہرا اثر

افسانوی ادب اور ناول نگاری میں منفرد مقام

جاندار کردار شگفتہ انداز بیاں

سادہ اور دلنشیں اندازِ بیاں محاوراتی زباں کا استعمال

افسانہ اور ناول نگاری کا اچھوتا انداز

مقبول و مشہور ناول "دستک نہ دو"

The One Who Did Not Ask انگریزی ترجمہ

افسانے کا تعارف:

مخصوص معاشرتی طبقے کی عکاسی

عام موضوعات کو ترجیح دی گئی

حقیقی حب وطن محنت کے عادی

جذبہ حب الوطنی بیدار ہونا

مہاجرت کے تکلیف دہ واقعات

غم روزگار میں انسانوں کے کمزور روابط

بامقصد انجام

ظلم کے خلاف احتجاج زندگی کے نشیب و فراز کی عکاسی

لالو کا کردار:

سید اور مغل خون کی آمیزش منچلا لڑکا

ناک نقشے پر حماقت کی چھاپ سست اور مایوس کن تعلیمی رفتار

تتلاہٹ کا شکار بہترین حافظے کا مالک

بہن بھائیوں میں دوسری نمبر گود میں ہر وقت چھوٹا بہن بھائی

فرماں بردار استاد کی ڈانٹ مار پر خاموش حساس بچہ تھاماں کے لیے آنکھوں میں شکوہ

فطرت کا گہرا مشاہدہ حالات حاضرہ پر نظر

اپنی حقیقت سے واقف مصنفہ کو نصیحت پر جواب پر عزم، مستقل مزاج: جلسوں میں شمولیت پر تبدیلی

جذبہ حب الوطنی: ملک کے لیے ماں کو جواب دینا ملک اور قائد سے محبت: صحیح تلفظ ادا کرنا

غرور سے دور: پاکستان بننے پر سر جھکائے کھڑا ہونا خامیوں پر قابو، ادھوری تعلیم مکمل۔ کاروبار، شادی

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

افسانہ کنڈکٹر

لالو کا کردار

لالو افسانہ کنڈکٹر کا مرکزی کردار ہے۔ افسانے کی کہانی لالو کے گرد گھومتی ہے۔ لالو کا کردار کنڈکٹر کی صورت میں اس شخص کی علامت ہے جو ملک کی گاڑی چلانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جن قوموں میں ایسے وفادار، پر جوش اور دلدار کنڈکٹر لوگ موجود ہوں ان کی "بس" چلتی رہتی ہے۔

لالو ایک محبِ وطن شہری کے روپ میں نظر آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لالو بچپن میں ایک احساسِ کمتری کا شکار رہا ہے جو کہ قاف کو ناف اور گاف کو ڈاف بولتا تھا۔ اس کی وطن سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تحریکِ پاکستان کا حصہ بننے کی خواہش کے باوجود وہ پاکستان اور قائد اعظم کا نام درست تلفظ کے ساتھ ادا کرتا۔ مصنفہ اس کے جذبے کی داد یوں دیتی ہیں۔

"لالو اب بھی تتلاتا تھا لیکن پاکستان اور قائد اعظم دو الفاظ
ایسے تھے جن کا تلفظ بڑی مشقت سے کرتا تھا۔ یہی اس کا
نذرانہ عقیدت تھا"

لالو اپنے گھرانے کا دوسرا بیٹا تھا۔ اس کی ماں نے اس کے مقدر میں چھوٹے بہن بھائیوں کو سنبھالنا لکھ دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی تعلیمی صلاحیتیں دب گئیں اور وہ پڑھائی پر توجہ نہ دے سکا۔ ماسٹر صاحب لالو کے دشمن نہ تھے لیکن اس کو نہ پڑھنے پر ہر وقت ڈانٹ اور مار پڑتی۔ لیکن اس کی فرمانبرداری کا یہ عالم تھا کہ کبھی اُف نہ کی۔ لالو ایک حقیقت شناس بچہ تھا۔ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھا کہ اس کے نہ پڑھنے میں ماں کا بڑا ہاتھ ہے۔ ماں کے ڈانٹنے پر اس کے ردِ عمل کے حوالے سے مصنفہ لکھتی ہیں

البتہ یہی الفاظ جب اس کی ماں کے منہ سے نکلتے تو وہ
طنزیہ مسکراتا، انکھیوں سے دیکھتا۔

ہم یہ نہیں کہ سکتے کہ لالو ایک نکما بچہ تھا، بلکہ وہ اچھی یادداشت کا مالک تھا۔ اس کے حافظے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسے پوری کنگ ریڈر یاد تھی۔ لالو کا مشاہدہ بہت گہرا تھا۔ گود کا بچہ سو جاتا تو اس کے لیے کوئی کام نہ رہتا۔ اسے آسمان اور آنگن کے تمام پرندوں کا علم تھا۔ یوں اس کو فضاؤں میں ایک تحریک کی خبر ہوئی جو کہ تحریکِ پاکستان تھی، بس اب کیا تھا اُسے اپنی زندگی کا مقصد مل گیا وہ وطن کی محبت میں دیوانہ وار پوسٹر چپکاتا، بینر لگاتا اور خوب نعرے لگاتا۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

ایک دن کسی نے نعروں کی آواز سن کر کہا کہ پاکستان ہے کہاں جو زندہ باد ہو؟

تو لالو نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جواب دیا۔

ہے ٹیوں نہیں ہے، بالکل ہے۔" یہاں ہے پاکستان"

لالو آہستہ آہستہ پر اعتماد اور دانش مند ہو گیا تھا۔ وہ بڑے وقار سے چلتا اور اعتماد سے جواب دیتا۔ یہ تحریک پاکستان کا کرشمہ تھا کہ تف ذاف والے لہجے میں واقعاتِ عالم پر بات کرتا۔ مصنفہ سمجھاتی کہ لالو پڑھ لیا کرو تو جواب دیتا۔

"ہمارا کیا ہے آپ پڑھو ہم تو بڈھے ٹوٹے ہیں۔"

یا جواب دیتا

"پاڈل ہو تم بھی ان ہی ٹی ترح۔۔۔۔۔۔۔۔اب امتحانوں ٹا وٹٹ نہیں

۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہارے ڈیں مر جائیں ڈے۔۔۔۔پاقستان بنائیں گے"

لالو وطن کی محبت میں باغی ہو چکا تھا۔ وہ اور اس کا بڑا بھائی دونوں سکول کے بجائے جلسوں میں جاتے۔ ماں نے اسے جلسوں میں جانے پر ڈانٹا، ماسٹر صاحب سے کہا کہ انہیں اتنا ماریں کہ ساری لیڈری ناک سے نکل جائے اس پر لالو نے کیا خوب باغیانہ جواب دیا۔

لیڈری نٹل جائے، جان نٹل جائے، پاقستان نہیں نٹل سلتا

یہی لالو جو پاکستان بنانے کا خواہش مند تھا پاکستان بن جانے کے بعد سر جھکائے عاجزی سے کھڑا تھا۔ ہر شخص لالو کو مبارک باد دے رہا تھا۔ اسے اپنی منزل مل گئی تھی۔ پاکستان آنے کے بعد لالو نے اپنی ادھوری تعلیم مکمل کی۔ بزنس جمایا اور شادی کر کے ایک کامیاب زندگی گزارنے لگا سالوں بعد اس کی ملاقات ایک شادی میں مصنفہ سے ہوئی جو اسے ہر چودہ اگست کو یاد کیا کرتی تھی۔ مصنفہ نے پوچھا کہ آج کل تم کیا کر رہے ہو؟ لالو نے جواب دیا "کنڈکٹر ہوں" مصنفہ حیرت سے بولی کنڈکٹر؟ تو لالو نے جواب دیا۔

"یہ ہمارا پاکستان جو ہے ناں، یہ ایک بڑی سی بس ہی تو ہے۔ ہم جو کچھ بھی کریں،
اس کے کنڈکٹر ہی تو ہیں بس یہی خیال رکھنا ہے کہ بس چلتی رہے۔"

لالو کے کردار میں سادگی، عاجزی اور خلوص نظر آتا ہے۔ غرض یہ کہ لالو جیسے محبِ وطن ملک کی گاڑی کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن رکھتے ہیں۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123

Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

سوال: الطاف فاطمہ نے افسانہ "کنڈکٹر" میں تحریک پاکستان کے حالات وواقعات کو موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ حوالہ جات کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

جواب: الطاف فاطمہ کو ناول نگاری اور افسانہ نگاری میں منفرد مقام حاصل ہے۔ الطاف فاطمہ کا تعلق لکھنؤ سے تھا اسی لیے ان کی تحریروں میں لکھنوی ادب کا اثر ملتا ہے۔ ان کے افسانوں کی زبان بامحاورہ اور جذباتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کردار اس قدر جاندار ہیں کہ افسانہ حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے۔ ان کے افسانوں کی سب سے بڑی خوبی معاشرتی اصلاح اور دردمندی ہے۔ افسانہ کنڈکٹر ایک دلچسپ اور علامتی افسانہ ہے افسانے میں پاکستان کے لیے "بس" اور اہل پاکسان کے لیے کنڈکٹر کی علامت استعمال کی گئی ہے۔ اس افسانے میں وطن عزیز کے لیے جدوجہد اور تحریک پاکستان کا عکس نظر آتا ہے۔ یہ افسانہ تحریک پاکستان کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ افسانے میں تحریک پاکستان کے دوران لوگوں کے جذبات واحساسات کا عکس نظر آتا ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار لالو ہے۔ جو کہ اپنے گھرانے کا دوسرا بچہ ہے۔ چھوٹے بہن بھائیوں کی نگہداشت اس کی ذمہ داری تھی۔ اس بنا پر وہ اپنی تعلیم پر توجہ نہ دے سکا۔ لالو ہر وقت اپنے ماسٹر صاحب کی ڈانٹ، مار اور ماں کے عتاب میں رہتا۔ وہ توتلا تھا اسی لیے کاف کو "ٹاف" اور گاف کو "ڈاف" بولتا۔ لالو کے گہرے مشاہدے نے اسے تحریک پاکستان کی خبر دی۔ لالو جو کہ توتلا اور لاابالی بچہ تھا وہی لالو اب تحریک پاکستان کا اہم رکن بن گیا۔ اب اس کی زندگی کا مقصد صرف قیام پاکستان تھا۔ اس کا دل پاکستان کے نام کے ساتھ دھڑکتا تھا اس کے جذبوں کو زبان مل گئی تھی۔ وقت کی آواز سنتے ہوئے اب لالو کا بھائی بھی جلسوں میں شریک ہونے لگا۔ مصنفہ لالو کے جذبات کی عکاسی یوں کرتی ہیں۔

جب کسی نے پوچھا کہ پاکستان ہے کہاں جو زندہ باد ہو؟ لالو کا چہرہ سرخ ہو گیا سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

ہے ٹیوں نہیں بالٹل ہے!

یہاں ہے یہاں!

وہ وطن کی محبت میں باغی ہو چکے تھے۔ دیوانہ وار نعرے لگاتا، سڑکوں پر پوسٹر چپکاتا۔ ایک دن تو دونوں بھائیوں نے حد ہی کر دی، دونوں صبح گھر سے نکلے اور دوسری صبح تک نہ پہنچے۔ ان کی اماں روتی رہیں کہ میرے تو دونوں مٹ گئے اب ان کی لاشیں ہی آئیں گی۔ ماسٹر صاحب کو علم ہوا تو دونوں کو جلسے سے پکڑ لائے اماں نے غصے سے کہا کہ ان کو اتنا ماریں کہ لیڈری نکل جائے۔ لالو نے جذبات سے بھرا باغیانہ جواب دیا۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

"لیڈری تل جائے، جان تل جائے، پاکستان نہیں تل سکتا۔"

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ لالو کی والدہ قیام پاکستان کے خلاف تھیں۔ ایک جانب وہ لالو کو روکتی تھیں کہ جلسوں میں نہ جائے تو دوسری جانب نعروں کی آواز سن کر ان کے جذبات چھلک پڑتے۔ لالو کو روکنے کا مقصد صرف اس کا خیال رکھنا تھا۔ مصنفہ لالو کی والدہ کے حوالے سے لکھتی ہیں:

یہ صدائیں سن سن کر ہماری والدہ آبدیدہ ہو جاتیں۔ کبھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیتیں
اور کبھی آسمان کو تکنے لگتیں، بالکل لالو کی طرح۔

ماسٹر صاحب جو کہ سب بچوں کے ہی خواہ تھے انہیں خوب پڑھاتے تاکہ پاکستان بننے کے بعد اس کا ہر شہری پڑھا لکھا ہو۔ لالو کی والدہ تک نے ماسٹر صاحب کو ڈانٹا کہ ان بچوں کے دلوں میں وطن سے محبت کا بیج بو رہے ہیں۔ ماں کی ڈانٹ ماسٹر صاحب کے احساسات کا پتا دیتی ہے۔ مصنفہ لکھتی ہیں۔

"اے، ماسٹر صاحب! آپ ہی نے تو ان کے دماغوں میں یہ خناس بھر دیا ہے
خود ہی تو پٹیاں پڑھائی ہیں، ارے اب یہ گئے دونوں امتحان سے"

ماسٹر صاحب کی مار اور امی کی ڈانٹ کا لالو پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ جلسوں میں شرکت کرنے سے پیچھے نہ ہٹا۔ اس بات سے تنگ آ کر لالو کی والدہ نے اس ساری بات سے لالو کے والد کو آگاہ کیا تاکہ وہ لالو کو سمجھائیں۔ لالو کے والد صاحب تو خود قیام پاکستان کی خواہش دل میں چھپائے بیٹھے تھے۔ اس بات پر انہوں نے تاریخی جواب دیا:

"بیگم اب ہم کس کس کو روکیں گے؟ یہ تو وقت کی آواز ہے، زبان خلق ہے۔
ارے تم اندر گھر کے بیٹھی ہو، ہم سے پوچھو ملازمت کی وجہ سے اپنے آپ کو کس کس طرح روکتے ہیں۔"

مصنفی اور دیگر بچے یوں تو دن رات پڑھائی اور امتحانات میں مصروف رہتے لیکن جب بھی جلسوں اور نعروں کی آواز سنتے تو اپنے دل میں ایک خاص احساس محسوس کرتے۔ جیسا کی مصنفہ لکھتی ہیں:

"ان نعروں اور جلسوں میں عجیب طرح کی کشش تھی کہ ہم امتحان کی ہیبت
کے باوجود کتابیں کاپیاں چھوڑ چھاڑ کر کھڑکی کی طرف لپکتے"

ہاں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو کہ پاکستان کے قیام کو دیوانے کا خواب سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ پاکستان کا قیام عمل میں نہیں آ سکتا لہٰذا وہ نعروں کی آواز سن کر ہنس دیتے۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

دنیا میں جب بھی کوئی تبدیلی آتی ہے، کوئی بھی انقلاب برپا ہوتا ہے، کوئی بھی تحریک سر اٹھاتی ہے تو اس کو اثر صرف بزرگوں اور جوانوں تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ بچوں کی نفسیات پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ الطاف فاطمہ نے موثر انداز میں مسلمانوں کے جذبات کا عکس قاری کے سامنے پیش کیا ہے۔ پاکستانی ہونے کے ناتے یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے ملک کی ترقی کے لیے کچھ کریں۔

مخزنِ سوالات:

1۔ منشایاد نے اس افسانے میں امن کے قیام پر زور دیا ہے۔ مثالوں سے وضاحت کیجیے۔

2۔ معاشی ذمہ داریوں نے ہمیں معاشرتی ذمہ داریوں سے بیگانہ کر دیا ہے۔ حوالہ جات کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

3۔ معاشرے میں بڑھتی بے سکونی، انتشار اور ناپید ہوتے امن کو بڑی خوبی سے قلم بند کیا ہے۔ وضاحت کیجیے۔

4۔ امن کو سبوتاژ / مٹانے والے عناصر کی یک جہتی کا عکس "ایک تھی فاختہ" میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

5۔ منشایاد کو اپنی روایات اور دھرتی کے رنگوں سے عشق ہے۔ حوالہ جات کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

6۔ "ایک تھی فاختہ" میں مصنفہ نے متوسط طبقے کے مسائل کو اجاگر کیا ہے۔ وضاحت کیجیے۔

7۔ لالو کی کردار نگاری

Mega Lecture

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

ایک تھی فاختہ از منشایاد

مصنف کا تعارف

والدین کی طرف سے ورثہ میں قصہ گوئی۔ ثقافتی روایات کا رنگ، افسانوں میں مقامی رنگ

سادگی اور سلاست، منظر نگاری، جزئیات نگاری

تخلیقی انداز۔ آسان روی، قابل تفہیم تحریریں، رواں فطری انداز

وسیع مشاہدے کا گہرا تاثر، افسانے کا ہر منظر واضح مکمل اور زندہ، احساسات اور کیفیات کا واضح بیان

بچوں کی نفسیات اور تربیت پر گہری نظر

افسانے کا تعارف

علامتی افسانہ

دہشت گردی اور امن کی تصویر کشی

کوے: طاغوتی طاقتوں، استبداد، ظلم، غنڈہ گردی، بربریت اور دہشت گردی کی علامت، طاقت ور طاقت کے نشے میں راج کر رہا ہے۔

امن کی کمزور حالت پر تشویش

معاشرے سے مٹتے امن پر اظہار تشویش

امن کی اہمیت کا احساس، نئی نسل امن کی متلاشی

ہم نے امن کو اہمیت ہی نہ دی، وقعت نہ دی، حیثیت نہ دی

لوگوں کی لاپروائی، اپنی دنیا میں مگن بے حسی، معاشرت اور اجتماعی امن سے کوئی سروکار نہیں،

مصروفیت، پیسے کمانے کی دوڑ، دہشت گرد ماحول کر عادی / پرورد ہ جانتی ہی نہیں کہ امن کیسا ہوتا ہے۔

مقامی تہذیب کا رنگ: بچپن کے کھیل اور مشاغل،، پرندوں اور جھینگروں کی آوازیں، پیلو پکنے کی رت، اللہ میاں کی فاختہ، یادوں کی پڑچھتی، ٹوکری اور رسی سے شکار، غلیل اور پرندوں کا شکار

مٹتی تہذیب کا نوحہ،

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

استحصالی قوتیں امن کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔
دہشت گردی، بد تہذیبی اور بد امنی معاشرے کو کھوکھلا کر رہی ہے۔

بچے حقیقت پسند، تصویر، امن کی تلاش کی کاغذی کاروائی پر میٹھا سا طنز، امن کا غیر محسوس انداز میں رخصت ہونا، کوچ کر جانا، سمٹ جانا، ہجرت کر جانا،
معاشرے میں مختلف قسم کے لوگ،
کبوتر کی طرح سست اور ڈرپوک
کوئی تیتر بٹیر کی طرح منافق
کوئی لالی جیسا چالاک اور ہوشیار
کوئی طوطے کی طرح طوطا چشم، مطلب کے یار، خود غرض

مخزن سوالات

1۔ منشایاد نے معاشرے میں پھیلتی بد امنی اور ناپید ہوتے امن موضوع بنایا ہے۔
2۔ ایک تھی فاختہ " میں انسانوں کی بدلتی اقدار پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔
3۔ معاشی دوڑ میں آج کا انسان اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو بھول چکا ہے۔
4۔ غم روزگار اور خود ساختہ مصروفیات میں ہم اپنا ارد گرد بھلا چکے ہیں۔
5۔ " افسانہ ایک تھی فاختہ " ہمیں امن کی تلاش پر اکساتا ہے۔
6۔ افسانہ "ایک تھی فاختہ " میں پرندوں کو علامتی انداز میں پیش کرنا منشایاد کی فنی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔
7۔ منشایاد کا افسانہ "ایک تھی فاختہ " میں اپنی مٹی کی محبت اور تہذیب و ثقافت کا رنگ چھلکتا ہے۔
8۔ افسانہ " ایک تھی فاختہ "میں بچوں کی معصومیت اور فطرت پسندی کی باکمال تصویر کشی کی ہے۔
(افسانے کے حوالے سے جواب دیجیے)

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

موسموں کا شہر

مشتاق احمد یوسفی

پاکستان میں ممتاز طنز نگار	معلوماتی تحریر
ستارہ امتیاز اور ہلال امتیاز	افسانے میں موسموں کو بنیاد بناتے ہوئے عوام، کراچی میونسپل
چھوٹے جملوں میں بڑی بات، مبالغہ آرائی سے چھوٹی بات کو بھی	کارپوریشن، بلدیاتی اداروں اور حکومتی اداروں پر تنقید
بڑا بنانے کے ماہر	شہر کی بدحالی کا دکھ تحریر میں پوشیدہ
منفرد تشبیہات اور استعارات کا استعمال	کراچی سے محبت، کراچی شہر کی بدحالی پر افسردہ
مزاح خواندہ لوگوں پر منکشف	کراچی کی روشنیوں اور ترقی کے خواہاں
مزاحیہ جملوں میں طنز کی کاٹ	بدحالی کے ذمہ داران کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں
دوسرے ملکوں سے موازنہ	موسموں کا مزاحیہ انداز میں بیان

موسم کا مزاحیہ انداز میں بیان	تشبیہات:
پل پل بدلتا موسم	بس کا خربوزے کی پھانک کی طرح پھسلنا
نجومی ہاتھ دیکھ کر آئندہ چوبیس گھنٹے کا موسم بتاتے ہیں۔	بارش ایسی گویا مست ہاتھی کو زکام ہوا ہو
پھیری والے مونگ پھلی یا آئس کریم کی ریڑھی لگانے کے	ریت یوں برستی ہے گویا ابھی ابھی تیم کیا ہو
لیے استخارہ کرتے ہیں	کلاہ مغرور دم کی مور کی طرح
دو تین گھنٹے نہ بدلے تو بڑی بوڑھیاں قربِ قیامت کی نشانی	کلاہ نئے کرنسی نوٹ کی طرح کرارا
سمجھتی ہیں	کلاہ دوہاجو کے سہرے کی طرح لٹک گیا
محکمہ موسمیات بھی پیش گوئی میں ناکام	موسم روئی کے بھاؤ کی مانند بدلتا ہے
	لان اور سبزے پر روپیہ پانی کی طرح بہانا
	جیسے اقبالی مجرم کو ٹھنڈے پسینے آرہے ہوں

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

موسم گرما:

شدید گرمی

حبس اتنا کہ بلا نٹنگ پیپر کا لباس بنوانا چاہیے۔

پسینہ خشک نہیں ہوتا

کپڑے صرف قانون سے بچنے کے لیے

پسینے سے میک اپ برباد

ماہر درزی زیادہ سے زیادہ کپڑے سے کم سے کم رقبۂ بدن ڈھانپنے کا گر جانتا ہے۔

برسات / بارش

وقت اور پیمانہ مقرر نہیں

بادل یہاں بنتے ہیں اور بارش شمال کی طرف ہوتی ہے۔

دو چار بوندوں سے ہی عوام خوش

برسوں نہیں ہوتی یا ایسے ہوتی ہے کہ جیسے مست ہاتھی کو زکام ہو گیا۔

بزرگ کا مون سون کے بارے میں جواب

بارش کے مناظر والی فلمیں کامیاب

آب وہوا میں آب اور آب میں نمک کی زیادتی سے موسم سلونا نمی سے بسکٹ پڈنگ بن جاتا ہے۔

دیہاتی کے کلاہ اور مونچھوں پر نم دار ہواؤں کا مزاحیہ بیان

سبزے کی کمی

امیر لوگ بچوں سبزہ دکھانے اسلام آباد راولپنڈی جاتے ہیں

ہرے رنگ کی پہچان نوٹ سے

پھلوں کی کمی، ریفریجریٹر میں مٹی کے پھل

مغرب سے ہوا کا چلنا، ہر گھر قبلہ رخ ہوتا ہے۔

ہواریت برساتی ہے۔

بجری کے ٹھیکے دار ہوا سے ٹرک بھرنا اور خالی کرنا

موسم سرما

معمولی سردی

گرم کپڑوں کے استعمال کے لیے لاہور کا سفر

ادھر ادھر سے سردی کا سن کر گرم شالیں اور چلغوزوں کا استعمال۔

سردی لگنے کا ڈرامہ کمبل اوڑھنا سردی میں پنکھا جھلنا۔

سردی کے حوالے سے ضرب المثل کا بیان:

سر منڈاتے ہی اولے پڑنا

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

عوام کے رویوں پر تنقید

عورتیں ماڈرن اور فیشن زدہ دوسری جگہ کپڑے پہن کر اور یہاں کی عورتیں اتار کر

عورت: بڑھتی عمر اور بدصورتی کا الزام

اپنے حلیے سے بے پرواساحل پر غسل

بزرگ دانت تک گرنے کا الزام موسم

لوگ موسم سے بے پرواکاروبار زندگی میں مصروف

لوگ مصروف ہیں۔ مہمان نواز نہیں لوگوں کا رو کھا رویہ موسم کی وجہ سے ہے۔

کاروبار میں نقصان، دیوالیے کا ذمہ دار، مشکل، مصیبت، ناکامی۔

پریشانی اور بیماری کا ذمہ دار موسم

مولوی حضرات: ساحل پر نظاروں سے لطف اندوز ہونا۔

ماہر درزی زیادہ سے زیادہ کپڑا کم سے کم رقبۂ بدن

انسان تو انسان جانور بھی دارِ فانی سے کوچ

پنساری کم تولنے پر چالان کا الزام موسم کو دیتا ہے

ادارے: میونسپل کارپوریشن + پی۔ڈبلیو۔ڈی

public work development

میونسپل کارپوریشن

کاہل، سست۔ بددیانت

سخت جان ہیں۔ گندگی اور موسم کوئی اثر نہیں کرتا

آم کھانے کے لیے مچھر دانی کا استعمال + قیمے کا وزن بڑھ جانا

شہر میں گندگی کا عالم۔ کھٹمل، مکھیوں اور مچھر کی بہتات

پی۔ڈبلیو۔ڈی

ہواؤں سے ٹرک کا بھرنا اور خالی کرنا

حکومت پر تنقید

وزارتوں کی تبدیلی کا ذمہ بھی موسم پر

اپنی نااہلی اور بددیانتی سے بے پروا

Mega Lecture

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

مخزن سوالات:

ا۔ موسموں کا شہر کا مطالعہ قاری کی تفریح طبع کا سامان پیش کرتا ہے۔ مثالوں سے جائزہ لیجیے۔

2۔ مشتاق احمد یوسفی کی مزاح نگاری فنی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ افسانے کے حوالے سے جائزہ لیجیے۔

3۔ مشتاق احمد یوسفی کے دلچسپ اور طنزیہ اسلوب کا جائزہ افسانے کی روشنی میں لیجیے۔

4۔ یوسفی مزاح پیدا کرنے کے لیے تشبیہات، منظر نگاری اور جزئیات نگاری سے کام لیتے ہیں۔ افسانے کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

5۔ مشتاق احمد یوسفی نے مزاح کے پردے میں کراچی کے مسائل کو بے نقاب کیا ہے۔ حوالہ جات کے زریعے وضاحت کیجیے۔

6۔ کراچی کے مسائل اجاگر کرنا در حقیقت یوسفی کی محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مثالوں سے وضاحت کیجیے۔

7۔ موسموں کا شہر میں یوسفی نے مزاح کے پردے میں عوام، بلدیاتی اداروں اور حکومت پر تنقید کی ہے۔

8۔ یوسفی نے موسم کی آڑ میں معاشرتی رویوں اور طبقوں پر چوٹ کی ہے۔ حوالہ جات کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

9۔ مشتاق احمد یوسفی نے کراچی کے موسم کا موازنہ دوسرے ملکوں اور شہروں سے کیا ہے۔ مثالوں سے وضاحت کیجیے۔

Mega Lecture

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

میبل اور میں

پطرس بخاری

مصنف کا تعارف :

شگفتہ اور مزاحیہ تحریر کے حامل

انگریزی ادب کا خاص مزاج، مشرق اور مغرب کا حسین امتزاج

بے ساختگی کا اچھوتا اسلوب، انگریزی ادب کے مترجم

جزئیات نگاری، منظر نگاری اور مبالغہ آرائی، قابل تنقید معاشرتی پہلوؤں کی مکمل تصویر کشی، تمام کردار زندہ محسوس

پھکڑ پن اور جگت بازی سے دور، پر وقار اور شائستہ انداز

سادہ سی بات کو اہم اور پر لطف بنانے کی ماہر، طنز برائے اصلاح

معاشرتی بگاڑ پر گہری نظر، مختصر کہانی میں زندگی کی کئی سطریں اور مزاج کے کئی رخ دکھاتے ہیں

افسانے کا تعارف:

عالمانہ روپ دھارنے والوں پر طنز نام نہاد ناقدین پر تنقید

سطحی علمیت والوں کی ریاکاری، منافقت اور دکھاوا

مطالعے سے بے زار لوگوں کی علمیت کو بے نقاب کیا ہے۔

مشرقی اور مغربی تہذیب کا موازنہ

عورت اور مرد کی فطری مقابلہ بازی، مشرقی مردوں کی دوہری شخصیت، ایشیائی اباؤ اجداد کا خون، مرد گھر کا سربراہ فیصلوں کا حق مرد کو، مغرب کی خواتین سے حد درجہ متاثر،

مغرب میں دونوں مساوی حقوق کے مالک بلکہ عورت اکثر غالب یا حاوی، عورتوں کی ریاکاری کا عروج، مغرب میں خواتین کی آزاد خیالی، مخلوط محفلیں، مخلوط تعلیم، آزادانہ میل جول

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

میبل اور میں

پطرس بخاری

سوال: 1۔ "میبل اور میں" میں مصنف نے عورت اور مرد کی ازلی مقابلہ بازی اور ریاکاری کو بے نقاب کیا ہے۔ حوالہ جات کی مدد سے وضاحت کیجیے۔

سوال: 2۔ "میبل اور میں" کی کہانی ایک عورت اور ایک مرد کی نفسیات کو بے نقاب کرتی ہے / افسانے میں کرداروں کی نفسیات کا بخوبی جائزہ لیا گیا ہے۔ حوالہ جات کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

جواب: پطرس بخاری مزاحیہ نثر نگاروں میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ پطرس کی شگفتہ اور مزاحیہ تحریروں میں انگریزی ادب کا ایک خاص امتزاج ملتا ہے۔ پطرس نے انگریزی ادب کا ترجمہ کر کے اردو زبان کی خدمت کی ہے۔ ان کی تحریروں میں مغربی معاشرے کا عکس نظر آتا ہے۔ اختصار پطرس کی خوبی ہے۔ مختصر کہانی میں زندگی کی کئی منزلیں اور مزاج کے کئی رخ دکھا دیتے ہیں۔ پطرس قاری کو پلاٹ میں نہیں الجھاتے اور نہ نامانوس کرداروں میں گم کرتے ہیں بلکہ بڑی مہارت سے ہمیں معاشرتی زندگی میں گم کر دیتے ہیں۔ وہ مزاح میں جزئیات نگاری اور منظر نگاری سے ایسا نقشہ کھینچتے ہیں کہ قاری اس منظر میں کھو جاتا ہے۔

میبل اور میں ایک طنزیہ افسانہ ہے جس میں پطرس نے مرد اور عورت کی ریاکاری کو بے نقاب کیا ہے، مشرقی مرد عام طور پر عورت کو سادہ اور معصوم سمجھتا ہے پھر عورت اگر یورپ کی ہو تو اس کی قدر اور بڑھ جاتی ہے۔ دوسری طرف عورت مرد کو دھوکہ دیتی ہے اور شرماتی بھی نہیں۔ افسانے میں عورت کو حد سے زیادہ خود اعتماد دکھایا ہے، جو ایک پیاز کی طرح پرت در پرت نیا چہرہ دکھاتی ہے۔ مصنف اور میبل ایک ہی کالج میں پڑھتے ہیں اور ان کی پسند ناپسند بھی کافی حد تک ملتی ہے۔ دونوں اکثر تصویروں اور کتابوں پر اظہار خیال کرتے۔ میبل خوب کتابیں پڑھتی اور مصنف اس کا مقابلہ نہ کر پاتا۔ میبل کی خود اعتمادی کے بارے میں پطرس یوں لکھتے ہیں۔

"میبل ایک دن میں دس بارہ کتابیں پڑھتی اور ہفتہ بھر بعد انہیں میرے کمرے میں پھینک جاتی اور یہ کہ جاتی کہ میں انہیں پڑھ چکی ہوں، تم بھی پڑھ لو تو ان کے متعلق باتیں کریں گے"

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

مرد ہو یا عورت ہماری اخلاقی برائی یہ ہے کہ دونوں ہی ایک دوسرے سے برتر نظر آنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں انسانی شخصیت دوہری ہے اور پطرس کا یہ کمال ہے کہ اپنے کرداروں کی نفسیات کو خوب واضح کرتے ہیں۔ افسانے میں میبل کی ریاکاری عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ وہ بنا پڑھے کتابوں پر خوب تبصرہ کرتی اور اپنی علمیت جھاڑتی۔ میبل مغربی عورت ہونے کی بنا پر مرد اور عورت کو نہ صرف برابر سمجھتی بلکہ اکثر مصنف کی کم علمی پر غرور میں مبتلا ہو جاتی۔ مصنف اس کی علمیت اور غرور کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"جب میں اس کے لیے دروازہ کھولتا، یا اس کی سگریٹ کے لیے دیا سلائی جلاتا، یا سب سے آرام دہ کرسی اس کے لیے خالی کرتا۔ تو وہ میری خدمات کو حق نسوانیت نہیں بلکہ حق استادی سمجھ کر قبول کرتی۔"

ہمارے معاشرے میں ایسے افراد کی کمی نہیں جو اپنی چرب زبانی سے عالمانہ بہروپ اپنا کر عزت کماتے ہیں۔ گفتار کے غازی تو ہر قدم پر مل جاتے ہیں لیکن کردار کے غازی ڈھونڈنا مشکل ہے۔ میبل سے مسلسل ہار مصنف سے برداشت نہ ہوئی اور اس نے جھوٹ کی بیساکھی کا سہارا لیا۔ مصنف بلا جھجک بغیر پڑھے کتابوں پر تبصرہ کرنے لگا۔ بس دھیان رکھتا کہ گول مول یا سیاسی بیان دے اور میبل کو حقیقت معلوم نہ ہو۔ کمال دیکھیے کہ اب ہوائی قلعے تعمیر کرنا اس کے لیے کوئی مسئلہ نہ رہا۔ مصنف اپنی ہی بناوٹ کی یوں داد دیتے ہیں۔

"رفتہ رفتہ مجھے اس فن میں کمال ہو گیا۔ جس روانی سے میں ناخواندہ کتابوں پر گفتگو کر سکتا تھا اس پر میں خود حیران رہ جاتا"

ایک مرد آخر کب تک اپنی انا قربان کر سکتا ہے۔ پطرس مرد اور عورت کی ذہنیت کو مساوی قرار دیا ہے دونوں ایک دوسرے سے برتر نظر آنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں نفسیات دونوں کی ایک ہی ہے بس دھوکا دینے کے طریقے الگ الگ ہیں۔ دونوں اصناف فریب، مقابلہ بازی، اداکاری اور بناوٹ میں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔

یہاں مرد کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ اس کے زندہ ضمیر نے اسے سچ بولنے پر اکسایا۔ وہ اپنے گناہ پر نادم ہو کر اپنے جرم کا اعتراف کر لیتا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے ضمیر پر کوئی بوجھ نہ رہے۔ مصنف نے میبل کو سچ بتا کر اپنا آپ ہلکا پھلکا کر لیا۔ مصنف اپنے اعتراف جرم کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"ایک تائب انسان کو اپنی اصلاح کا موقع تو دو، اور میبل سے کہا کہ یہ کتابیں یہیں چھوڑ دو"

ہاں ایک بات ہے کہ عورت اپنی عیاری، ریاکاری اور خود اعتمادی کی وجہ سے اکثر مقامات پر مردوں کو مغلوب کر دیتی ہے۔ عورت ریاکاری اور فریب میں جیت گئی۔ میبل نے مصنف کو یہ بات نہیں بتائی کہ اس نے بھی یہ کتابیں نہیں پڑھیں۔

میبل کا فریب اور خود اعتمادی دیکھیے وہ بڑے اعتماد سے مصنف کو کہتی ہے ہاں میں تو پڑھ چکی ہوں، اچھا یہیں چھوڑے جاتی ہوں

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

افسانے کا عروج اختتام میں چھپا ہے جب مصنف کتاب پڑھنے کے لیے کھولتا ہے تو حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔

"تینوں کے اوراق نہ کٹے تھے میبل نے بھی ابھی تک نہ پڑھے تھے۔"

مرد ہو یا عورت دونوں اپنی علمیت جتانے کے لیے ریاکاری پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اپنی فطرت کے تحت ایک عورت مرد کو کیسے الجھا دیتی ہے۔ مرد کن وجوہات کی بنا پر جھوٹ کا سہارا لیتا ہے ان سوالوں کے جواب افسانے میں صاف نظر آتے ہیں۔ پطرس بخاری نے نہایت مہارت سے بر دو عورت کی ریاکاری اور مقابلہ بازی کو بیان کیا کہ قاری کو لگتا ہے کہ خود معاشرے کی تصویر دیکھ رہا ہے۔

مخزن سوالات:

سوال: 1۔ پطرس بخاری کی شگفتہ اور طنز و مزاح سے بھرپور تحریریں قاری کو داد دینے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ تبصرہ کیجیے۔

سوال: 2۔ سادگی، برجستگی اور مزاح برائے اصلاح پطرس کی تحریر میں خوب رنگ بھرتے ہیں۔ حوالہ جات کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

سوال: 3۔ پطرس بخاری کی مزاح نگاری کا تنقیدی جائزہ لیجیے۔

شگفتہ بیان اور شیریں زبان کے باعث اردو مزاح کا نمایاں فن پارہ

موثر انداز بیاں۔ وحدت تاثر (شروع سے آخر تک ایک ہی فضا) ، مزاح برائے اصلاح

دوسروں پر تنقید کے بجائے اپنا ہی چاک گریبان سب کے سامنے عیاں کرنے کا فن

خود پر طنز کرنا انہی کا خاصہ ہے۔ پہلے مردوں کے قبیلے اور ان کی ریاکاری پر طنز

تحریر نہ بوجھل ہے نہ خشک اور نہ ہی نصیحت کی پٹاری

تحریر نہیں ہے بلکہ آئینہ ہے اپنا عکس واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں

عمومی رویوں پر گہری نظر۔ منفی رویوں پر کڑی تنقید

جزئیات نگاری: (دروازہ کھولنا۔ دیا سلائی جلانا، آرام دہ کرسی پیش کرنا) (ڈرامے، ناول، اور تنقیدی موضوعات ہر کتاب کے بجائے)

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

سوال :4۔ پطرس بخاری نے اپنی تحریر " میبل اور میں " میں عورتوں اور مردوں کی ریاکاری سے پردہ اٹھایا ہے۔ حوالہ جات کی مدد سے وضاحت کیجیے۔

سوال: 5۔ پطرس بخاری نے اپنی تحریر میں مردانہ وجاہت اور صنف نازک کی ازلی مقابلہ بازی کو واضح کیا ہے۔ "میبل اور میں" کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

سوال: 6۔ "میبل اور میں" کی کہانی ایک عورت اور ایک مرد کی نفسیات کو بے نقاب کرتی ہے / افسانے میں کرداروں کی نفسیات کا بخوبی جائزہ لیا گیا ہے۔ حوالہ جات کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

سوال: 7۔ مضمون " میبل اور میں " مشرقی و مغربی تہذیب کا عکس دکھاتے ہوئے جھوٹے عالموں کو بے نقاب کرتی ہے۔ حوالہ جات کی مدد سے وضاحت کیجیے۔

سوال: 8۔ پطرس کے نزدیک اخلاقی اور معاشرتی بیماریاں معاشرے کی جڑیں کھوکھلی کر دیتی ہیں۔ اسی لیے وہ ان خامیوں پر تنقید کر رہے ہیں۔ مضمون کی روشنی میں اپنی رائے دیجیے۔

سوال: 9۔ چرب زبانی سے عالمانہ بہروپ بھرنے والوں کے لیے یہ مضمون ایک آئینے کا کام دیتا ہے۔ "میبل اور میں" کی روشنی میں وضاحت کیجیے۔

سوال: 10۔ پطرس نے اس مضمون میں جدید تعلیم اور تہذیب کے اثرات کو بھی واضح کیا ہے۔ مثالوں سے بیان کیجیے قرطبہ کا

MegaLecture

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

قرطبہ کا قاضی (امتیاز علی تاج)

امتیاز علی تاج

علمی اور ادبی تحریروں کے خالق

انگریزی ڈراموں کے مترجم

مشہور ڈرامہ انار کلی، مشہور کردار چچا چھکن

جاندار اور حقیقی کردار

برجستہ مختصر اور رواں مکالمے

منظر نگاری

وحدتِ تاثر

تجسس اور دلچسپی

ڈرامے کے بنیادی نکات

المیاتی ڈرامہ

طبع زاد نہیں انگریزی ڈرامے کا ترجمہ

اسلامی عدل و انصاف پر مبنی ڈرامہ

اسلامی اصولوں کی پاسداری

کرداروں کی جذباتی کشمکش

انصاف خون کے رشتوں سے بالا

سفارش اور بے بنیاد تاویلیں

انصاف باپ کی محبت پر غالب

ڈرامے کے کرداروں پر طائرانہ نظر:

قاضی	حلاوہ	عبداللہ
انصاف پسند حاکم	زبیر کی دایہ	قاضی کا خادمِ خاص
زبیر کا باپ	زبیر کی محبت سے لبریز	زبیر سے شدید محبت
اسلامی اصولوں پر کاربند	یقین تھا کہ پھانسی ہو گی	یقین تھا کہ پھانسی نہیں ہو گی
اقربا پروری کے خلاف	مشرقی عورت کی عکاسی	زبیر کی جان بخشی کا خواہاں
پختہ ارادے کا مالک	محبت سے مجبور ہو کر رونا، پیٹنا، بین	جرات مند: قاضی کے سامنے
مساوات اور عدل کی سربلندی کا	کرنا	تاویلیں پیش کرنا، دوبدو جواب دینا
عکاس	قاضی کے سامنے منت سماجت اور التجا	مقبول شخص تھا
اقدار کا پاس دار انصاف پر خونی رشتے	کرنا بے بس عورت۔ محبت اور خدمت	ڈھنڈورا پیٹنے والا، جلاد اور عوام بھی
قربان کرنے کا حوصلہ	کے واسطے دینا	اس کے حامی

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

	زبیر کی جان بخشی کی خواہاں فطرت شناس قاضی کے مزاج سے واقف	

مخزن سوالات:

ا۔ قرطبہ کا قاضی اسلامی سلطنت کے عدل و انصاف اور جاہ و جلال کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ مثالوں سے وضاحت کیجیے۔

2۔ ڈرامہ "قرطبہ کا قاضی" میں جذباتی کشمکش اور المیے کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ حوالہ جات کے ذریعے وضاحت کیجیے

3۔ قاضی نے اپنی ذمہ داری نبھائی یا سفاک باپ ہونے کا ثبوت دیا۔ ڈرامہ "قرطبہ کا قاضی" کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

4۔ حلاوہ اور عبداللہ کے کردار زبیر سے سچی محبت کے آئینہ دار ہیں" قرطبہ کا قاضی" کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

سوال: 1۔ سید امتیاز علی تاج اردو ڈرامہ نگاری میں ایک منفرد اور ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ مثالوں کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

سوال: 2۔ ڈرامہ "قرطبہ کا قاضی حقیقی کرداروں، مثالی مکالمہ نگاری کا حامل ڈرامہ ہے۔ حوالہ جات کے ذریعے وضاحت کیجیے

سوال: 3۔ جذبات نگاری، منظر نگاری اور جزئیات نگاری امتیاز علی تاج کی نمایاں خوبیاں ہیں۔ مثالوں کے ذریعے وضاحت کیجیے۔

جواب:

امتیاز علی تاج ڈرامہ نگاری کے فن میں کمال رکھتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ طبع زاد ڈرامہ نہیں ہے بلکہ انگریزی زبان کے ڈرامے کا ترجمہ ہے تاہم یہ امتیاز علی تاج کا کمال ہے کہ کہیں سے بھی یہ ڈرامہ ترجمہ شدہ نہیں لگتا۔ انہوں نے ترجمہ کرتے ہوئے زبان، تہذیب اور ملک کی روایات کو سامنے رکھا اسی لیے اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔ مقامی ماحول سے ہم آہنگ ڈرامہ اور مرکزی خیال قاری کے دل کو چھو جاتے ہیں۔۔ ان کے تراجم سے اردو ڈرامہ نگاروں نے بہت کچھ سیکھا۔

قرطبہ کا قاضی ایک المیاتی ڈرامہ ہے۔ ڈرامے کا موضوع، کردار ان کے جذبات کڑی در کڑی ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ شروع سے آخر تک ڈرامے کی فضا پر الم کے بادل چھائے نظر آتے ہیں۔ جذباتی کشمکش سحر طاری کر دیتی ہے۔

ڈرامے کا پلاٹ مضبوط ہے وحدتِ تاثر اس ڈرامہ کی خاص خوبی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تجسس قاری کی دلچسپی میں اضافہ کرتا ہے۔ ڈرامے کے تمام کردار حقیقی، اور جیتے جاگتے محسوس ہوتے ہیں۔ منظر نگاری ان کے ڈراموں کی جان ہے۔ یوں قاری آغاز سے اختتام تک خود کو ایک خاص ماحول میں محسوس کرتا ہے۔ امتیاز علی تاج فطری رویوں کے تصادم معاشرے کے تضاد اور کشاکش حیات کے ٹکراؤ کو اپنا موضوع بناتے ہیں۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

امتیاز علی تاج نے ڈرامے کے کردار بڑی خوبی سے نبھائے ہیں۔ ہر کردار حقیقی محسوس ہوتا ہے۔ امتیاز علی تاج کے مکالمے برجستہ رواں اور لطیف ہوتے ہیں۔ قاضی کا کردار اس کے باوقار عہدے کی عکاسی کرتا ہے اور اسی کے مطابق اس کے جملے حکمیہ اور خطابیہ ہیں۔ گو کہ حلاوہ کی عمر بھر کی خدمت قاضی کے سامنے ہے پھر بھی اس کی التجا اس کی ذمہ داریوں پر غالب نہ آئی اس کی پر زور منت پر قاضی گویا ہوا۔

"بس اور کچھ نہیں، تجھے جو کچھ کہنا تھا تو کہہ چکی ہے۔ میں بہرا نہیں۔ یہاں سے چلی جا عورت"

حلاوہ کے مکالمے ایک دایہ اور خادمہ کی حیثیت کو بخوبی واضح کرتے ہیں۔ حلاوہ کی بے بسی اور اس منت بھرا لہجہ بھی زبیر کو پھانسی سے نہ بچا سکے اس کا التجائیہ انداز کچھ یوں تھا۔

"میرے حضور یہ وہ بدنصیب بول رہی ہے جس نے مجرم کی ماں کے
اٹھ جانے کے بعد اپنی اولاد کی طرح کلیجے سے لگایا"

حلاوہ کے جذباتی مکالموں کے ذریعے اس کے دل کی حالت اور زبیر سے شدید محبت جھلکتی ہے۔ وہ قاضی کی انصاف پسندی سے آگاہ ہے، اسے زبیر کی پھانسی کا یقین ہے۔ اسی لیے ڈرامے کے آغاز سے ہی مایوسی بھرے مکالمے ڈرامے کو الم ناک بنا دیتے ہیں۔

"میری یہی آنکھیں نہیں جنہیں آنسوؤں نے بے نور کر دیا ہے۔ میری اور بھی آنکھیں ہیں
جو دیکھ سکتی ہیں اور دیکھ چکی ہیں۔ سولی اور اس سے لٹکی ہوئی لاش! میرا نھا! میرا اجیلا! "

عبداللہ غلام تو ہے لیکن مرد ہونے کی حیثیت اس کے مکالمے زوردار اور حلاوہ پر برتری ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ زبیر کی محبت میں قاضی کو دوبدو جواب دینے سے بھی نہ گھبرایا۔ عبداللہ کا سرکش لہجہ اس مکالمے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جب قاضی نے ڈھنڈورا پیٹنے والے اور جلاد کے بارے میں پوچھا تو عبداللہ نے جواب دیا

"حضور کوئی بھی ایسا نہیں جو آپ کے حکم کی تعمیل کر سکے"
"اگر حضور کو اس فتویٰ کی تکمیل کرانی ہے تو ابلیس ہی اس کی تعمیل کر سکتا ہے یا آپ خود"

بنیادی طور پر یہ ڈرامہ ریڈیو کے لیے لکھا گیا ہے اسی لیے کامیابی کے لیے مکالموں کا جاندار ہونا پہلی شرط ہے۔ مکالمے عہدے عمر اور مزاج کے مطابق ہیں۔ امتیاز علی تاج اس شرط کو بخوبی پورا کرتے ہیں۔ اختصار ان کے مکالموں کی جان ہے۔ بھاری بھر کم اور طویل جملے تحریر کو بوجھل اور مشکل بناتے ہیں اور امتیاز کے مکالمے اس خامی سے پاک / مبرا ہیں۔

مکالموں کے ذریعے منظر نگاری یوں کی گئی ہے کہ معلوم ہوتا ہے آپ ڈرامہ پڑھ نہیں رہے بلکہ دیکھ رہے ہیں تمام کردار سامنے چلتے پھرتے محسوس ہوتے ہیں۔ زبیر کا کردار جس کا ایک بھی مکالمہ ڈرامے میں شامل نہیں وہ بھی ایک اہم کردار محسوس ہوتا ہے۔ امتیاز

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

علی تاج نے حقیقی کرداروں، جاندار مکالموں پر جوش الفاظ اور منظر نگاری سے ڈرامے کو چار چاند لگانے اور قارئین سے خوب داد وصول کی۔

قرطبہ کا قاضی

سوال: ڈرامہ قرطبہ کا قاضی "عدل وانصاف کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ڈرامہ کے حوالے سے اپنی رائے کا اظہار کیجیے۔

سوال: قرطبہ کا قاضی ایک باپ کا المیہ ہے یا قانون کی جیت ڈرامہ "قرطبہ کا قاضی" کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تبصرہ کیجیے۔

(عدل وانصاف، مساوات اور المیہ)

سید امتیاز علی تاج ایک منفرد مقام کے حامل تھے۔اُن کے ہاں جذباتی کشمکش اور حقیقت نگاری کے ذریعے دلچسپ صورت حال کو بیان کیا ہے قرطبہ کا قاضی اعلیٰ اخلاقیات، عدل وانصاف اور مساوات کا درس دیتا ہے۔امتیاز علی تاج اردو کے عظیم ڈرامہ نگار ہیں۔ آپ کے ہاں جذبات کی شدت ہے جو ڈرامے کے اختتام تک دیکھنے والوں کو اپنی گرفت میں لئے رکھتی ہے۔جذبات کا حسین بیان ڈرامے کو چار چاند لگا دیتا ہے اور پڑھنے یا دیکھنے والے کو تعریف پر مجبور کر دیتا ہے۔

شاملِ نصاب ڈرامہ "قرطبہ کا قاضی" انگریزی ڈرامہ نویس شیکسپیر کے ڈرامہ کا ترجمہ ہے۔مگر تاج نے اس قدر خوبصورتی سے ترجمہ کیا ہے کہ کہیں بھی پلاٹ سے نہیں نکلتا۔ترجمے کے باوجود اس میں سیاسی، سماجی اور اخلاقی پہلو پائے جاتے ہیں جو کہ مغربی طور طریقوں سے قطعی طور پر مختلف ہیں۔ڈرامہ "قرطبہ کا قاضی" انصاف کی شاندار مثال ہے جس میں قاضی تمام عوام کی خواہشات کے برعکس اپنے بیٹے زبیر کو جرم کی پاداش میں پھانسی دیتا ہے تاکہ انصاف کا چہرہ سیاہ نہ ہو۔

ڈرامے میں شروع سے لے کر آخر تک فضا سوگوار رہتی ہے جہاں حلاوہ اور عبداللہ قاضی کے فیصلے پر تاسف کا اظہار کرتے ہیں۔مگر ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔ڈرامہ انصاف کی ایک درخشاں مثال ہے جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ انصاف حسب نسب سے بالاتر ہے اور اس کا بول بالا ہو کر ہی رہتا ہے۔ہمارے معاشرے میں اقرباء پروری عروج پر ہے جس کی وجہ سے عالم قوتیں رشتہ داری اور پیسے کے بل بوتے پر اپنے الزام اور سزاؤں سے بری ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات اُن کو ناکردہ خطاؤں کی بھی سزا ملتی ہے۔ڈرامے میں صورتحال قطعی مختلف ہے جہاں قاضی انصاف کرتا ہے۔عبداللہ حجتیں پیش کرتا ہے۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

" مقتول پرایا تھا، دوسرے ملک کا باشندہ تھا" اس نے اپنی غیرت اور محبت کے لئے خون کیا کون کہتا ہے یہ خون ناجائز ہے۔"

تمام تر مخالفت کے باوجود قاضی انصاف پسندی کے تقاضے پورے کرتا نظر آتا ہے اور زبیر کی رضاعی ماں کی تمام تر فریادیں مسترد کر دیتا ہے۔ اس انصاف پسندی کا عملی ثبوت قاضی کا یہ جملہ ہے

" دیکھو ہم سب کو ہمارا فرض بلا رہا ہے قانون کی اطاعت لازمی ہے"

شہر میں قاضی کے فیصلے کی مخالفت عروج پر ہوتی ہے مگر قاضی ڈٹا رہتا ہے نہ کوس راحلت بجتا ہے نہ ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے قاضی اپنا فرض پورا کرتا ہے اور اپنے بیٹے کو اپنے ہی ہاتھوں سولی پر لٹکا دیتا ہے۔ قانون کی پاسداری باپ کی محبت پر غالب آجاتی ہے اور وہ عمدہ مثال قائم کرتے ہوئے قانون کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے ایسی مثالیں معاشرے میں کم کم پائی جاتی ہیں

ڈرامے کا عروج اپنے اختتام کی جانب ہے جب قاضی اپنی ذمہ داریوں سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کے اندر کا باپ جاگ جاتا ہے ۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ انصاف کی بالادستی کے بعد وہ موت کو گلے لگا لے گا۔ ایک باپ فرطِ جذبات سے مجبور ہو کر اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سماج سے کاٹ لیتا ہے۔ اس کی عکاسی یہ جملہ کرتا ہے

"اس نے دروازہ بند کر لیا۔ اب یہ دروازہ کبھی نہ کھل پائے گا"

ڈرامے کے ذریعے یہ پیغام دیا گیا ہے کہ جس معاشرے سے انصاف ناپید ہو جائے تو افراتفری پھیل جاتی ہے اور لوگوں کے اندر باغیانہ خیالات پیدا ہوتے ہیں" قرطبہ کا قاضی" تاج کا ایک یادگار نمونہ ہے جو یہ واضح کرتا ہے کہ زندگی کا دروازہ تو بند ہو سکتا ہے مگر انصاف کا نہیں اور یہ پیغام قارئین تک پہنچایا گیا ہے کہ خود احتسابی ہی سماج کی جڑوں کا محفوظ رکھتی ہے۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

محنت پسند خردمند از مصنف محمد حسین آزاد

تعارف:

آزاد دہلی کے مشہور صحافی کے گھر پیدا ہوئے۔ وہ محکمہ تعلیم سے منسلک رہے اُن کی تعلیمی خدمات کی بنا پر انھیں شمس العلماء کا خطاب دیا گیا۔ ان کے والد نے اردو اخبار کے ذریعے انگریز حکمرانوں پر تنقید کی۔ اس بغاوت کے جرم میں انھیں سزائے موت سنائی گئی ۔ اس المناک حادثے نے اُن پر گہرا اثر ڈالا۔ ان کی شخصیت میں نرمی، دھیماپن اور وقار تھا۔

فنی خصوصیات / اسلوب بیاں:

آزاد اردو کے صاحب طرز انشاپرداز تھے۔ آزاد ایک ایسے اسلوب کے مالک ہیں جس کا کوئی نمونہ ان سے پہلے نہیں ملتا اور کوئی نمونہ ان کے بعد تقلید میں بھی نہیں ملا۔ اس سے مراد ہے آزاد کے زمانے میں یا بعد کے زمانے میں کوئی انشاپرداز ان خصوصیات کا حامل نہیں یہ خصوصیات انہیں دوسرے انشاپردازوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ وہ اپنے انداز کے آپ ہی موجد ہیں اور آپ ہی خاتم۔ آزاد نثر میں شاعری کرتے ہیں اور شاعری کرتے ہوئے نثر لکھتے ہیں۔ ان کے کردار مادی نہیں ہوتے بلکہ وہ احساسات، جذبات اور غیر مادی اشیا کو کردار بناتے ہیں۔ آزاد اپنی تحریروں میں سانس لیتے، چلتے پھرتے اور باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ کھل کر اعتراض نہیں کرتے بلکہ لطیف طریقہ اظہار تلاش کرتے ہیں۔ آزاد طنز نگاروں میں سے ہیں اور اس کا اظہار شگفتگی اور تہذیب کے پیرائے میں کرتے ہیں کہ پڑھنے والا برہم نہیں ہوتا شاید شرمندہ ضرور ہوتا ہے۔ قافیہ ردیف کا حسین امتزاج، نادر تشبیہات اور تمثیلی انداز بیاں ان کی تحریروں کی خوبی / خاصہ ہے۔ ان کی تخلیقی صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے انگریزی ادب کی جو کتابیں ترجمہ کی ہیں وہ کسی صورت بھی انگریزی سے ماخوذ نہیں لگتیں۔ مولانا آزاد پیکر تراشی اور تجسیم نگاری میں بھی بے مثل و یکتا ہیں۔ آزاد کو عربی اور فارسی پر عبور حاصل تھا اسی لیے ان کی تحریروں میں شوکت الفاظ کی خوبی پائی جاتی ہے۔

فکری خوبیاں:

انسانی نفسیات اور اس کے منفی پہلو، معاشرت کے بنیادی مسائل، اور کم ہوتی اخلاقی قدریں آزاد کی تحریروں کا موضوع ہیں۔ انھیں ماضی اور اس کی ہر چیز سے عشق ہے، وہ ایک خیالی اور جذباتی انسان ہیں ان کی دنیا خیالی تھی۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

مضمون کا تعارف / اہم نکات:

غرور، حسد، خود پسندی، اور مقابلہ بازی کا رجحان، مختاجی پر فخر کرنا، حاجت مند ظاہر کر کے دوسروں کی ہمدردی حاصل کرنا۔ تدبر اور مشورے کا انتشار کی حالت میں کنارا کش ہونا۔ فخر کا پچھتاوے میں بدلنا۔ فارغ البالی دیکھنے میں اچھی لگتی ہے لیکن خوشحالی کو بربادی میں بدل دیتی ہے۔ انسان کو تسخیر کائنات کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ محنت سے انسان دنیا کو تسخیر کر سکتا ہے۔ محنت اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر صحراؤں میں پھول کھلا سکتا ہے۔

مضمون میں شامل تشبیہات اور استعارات کی وضاحت:

گلشن حال	دنیا		غرور، حسد، خود پسندی	کردار
دور بین لگانے والے	جائزہ لینے / تحقیق کرنے والا		احتیاج اور افلاس	کردار
زمانے کا پیراہن / لباس	پر خلوص، معصوم لوگ		بدنیت اور نحس قدم	احتیاج اور افلاس
اولاد آدمؑ	حضرت آدمؑ کی اولاد		تدبیر اور مشورہ	کردار
بے فکری مدام	ہمیشہ کی بے فکری		محنت کش	بیٹا (احتیاج اور افلاس)
ملک فراغ	آسائشوں کا ملک		امیدیں	ماں (محنت کش)
خسرو آرام	رحم دل فرشتہ / بادشاہ: کردار		ہنر مندی	دایہ (محنت کش)
آرام کے بندے	بادشاہ کی رعایا		کمال	استاد (محنت کش)
فریب کے جاسوس	کردار		ہمت، تحمل (نگران)	کردار دست راست (محنت کش)
سینہ زوری کے شیاطین	کردار		برج	کاروبار

Mega Lecture

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

محنت پسند خردمند از مولانا محمد حسین آزاد

سوال: مولانا محمد حسین آزاد نے محنت پسند خردمند "اپنے مخصوص انداز میں تدبیر اور محنت کوشی کے ساتھ ساتھ عمل پیہم کا درس دیا ہے۔ حوالہ جات کی مدد سے مفصل رائے تحریر کیجیے۔

جواب: مولانا محمد حسین آزاد اردو ادب کے مایہ ناز ادیب ہیں وہ زبردست قوت متخیلہ کے مالک ہیں۔ وہ غیر مادی / خیالی / تصوراتی کرداروں کی تصویریوں کھینچتے ہیں کہ کردار ایک حقیقی مجسمہ بن کر ہمارے سامنے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ وہ ڈرامائیت کے ذریعے نثر کو پُر کیف بناتے ہیں۔ مقفیٰ تحریر، جزئیات نگاری، نادر استعارات کے استعمال اور تمثیلی اندازِ بیاں میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

شاملِ نصاب مضمون "محنت پسند خردمند" آزاد کی کتاب نیرنگ خیال سے ماخوذ ہے۔ اس مضمون میں انسانی نفسیات کے مختلف پہلوؤں کو اسیر قلم کیا ہے۔ یہ ایک اصلاحی مضمون ہے جس میں محنت اور لگن کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس افسانے میں آزاد اپنے تخیل کی معراج پر نظر آتے ہیں۔

مولانا محمد حسین آزاد نے اس مضمون میں یہ حقیقت واضح کی ہے کہ قدرت انسان کو جو کچھ نوازتی ہے انسان اسے شیطانی وسوسوں میں مبتلا ہو کر کھو دیتا ہے۔ اور ان تمام گمشدہ راحتوں کا حصول صرف محنت کے ذریعے ممکن ہے۔ انسان جب قدرتی انداز میں زندگی گزارتا ہے وہ خوش رہتا ہے، لیکن جوں جوں مصنوعی پن، تکلف، دکھاوا، کاہلی اپناتا ہے مشکل میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ آزاد لکھتے ہیں کہ جب تک انسان اپنے حال میں خوش تھا، عالم میں آرام اور فراغت کا دور دورہ تھا۔

" آرام کے بندے قدرتی گلزاروں میں گلگشت کرتے تھے، ہری ہری کیاریوں میں لوٹتے تھے،
آبِ حیات کے دریاؤں میں نہاتے تھے"

انسان فطری طور پر آرام پسند، کاہل، بے صبرا اور ناشکرا پیدا ہوا ہے۔ وہ وقت سے پہلے اور ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کے چکر میں رہتا ہے۔ اگر انسان قناعت کی دولت سے مالا مال ہو تو وہ غنی بن جاتا ہے۔ مگر افسوس شیطان کے پاس احتیاج، افلاس لالچ، طمع اور حسد جیسے کارندے موجود ہیں جو انسانی دل میں چور دروازے بنا کر خوب نقب لگاتے ہیں۔ جب ہر چیز دولت کے پیمانے میں تولی جانے لگے تو مشکلات بڑھ جاتی ہیں۔ جیسا کہ آزاد لکھتے ہیں۔

رفتہ رفتہ غرور، حسد اور خود پسندی نے آکر اس باغ میں آ کو قیام کیا۔
اس کے اثرِ صحبت سے لوگ خراب ہو گئے۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

اس مضمون میں انہوں نے احتیاج پسندی اور افلاس کو مصیبت کی جڑ کہا ہے، لیکن اسی افلاس نے محنت جنم لیتی ہے۔ محنت انسان ترقی عزت، عافیت، خوشحالی اور حقیقی سکون حاصل کرتا ہے۔ یہاں آزاد نے ایک ماہر جوہری کی مانند احتیاج اور افلاس کے کرداروں کو تراشا ہے۔

" احتیاج اور افلاس نے بزرگانہ لباس پہنا اور پیرزادے بن کر آئے چنانچہ سب ان کے مرید اور معتقد ہو گئے۔ اور ہر شخص اپنے تئیں حاجت مند ظاہر کر کے فخر کرنے لگا۔"

آرام پسندی، ظاہر آیہ عادت اچھی لگتی ہے لیکن در حقیقت یہ خوشحالی اور ترقی کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔ جب حاجت مندی باعث فخر ہو گی تو محنت کی طرف کون راغب ہو گا۔ لیکن آغاز اپنے انجام ہی سے جڑا ہے۔ اس احتیاج پسندی مفلسی، فریب سینہ زوری، غارت، تاراج اور خود پسندی کے کڑوے اثرات سامنے آئے۔ اور نوبت قحط تک جا پہنچی۔ ملک فراغ کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ آزاد لکھتے ہیں کہ

" غرض عالم میں ایسا تہلکہ پڑا کہ اگر ملکِ فراغ کے انتظام میں نئی اصلاح نہ کی جاتی تو یک قلم برباد ہو جاتا"

شکر ادا کیجیے عقل کا کہ اس نے لوگوں کو تدبیر اور مشورے کا راستہ دکھایا۔ جس نے لوگوں کو ان کے کرتوت آئینے میں دکھا کر ڈانٹا اور احتیاج اور افلاس کے بیٹے محنت پسند خردمند کے پاس بھیجا جو امید، کمال اور ہنرمندی کی گود میں پلا بڑھا تھا۔ محنت پسند خردمند لوگوں کی مدد پر خوشی خوشی آمادہ ہوا۔ محنت پسند خردمند نے لوگوں کو سمجھایا کہ تمہاری کوتاہیوں کا ازالہ صرف محنت اور جدوجہد سے ممکن ہے۔ محنت کے بل پر دنیا کو مسخر کیا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ محنت کے ثمرات گنوائے۔ آزاد لکھتے ہیں وہ بولا،

"ہم تمہیں ایسی تدبیریں سکھائیں گے کہ شوریت زمین کی دور ہو جائے گی۔ ہوا کی شدت اعتدال پائے گی، گرمی سے سردی کی خوراک نکل آئے گی۔"

لوگوں کو ان کی منزل مل گئی۔ انہوں نے جان لیا کہ محنت ہی بنی آدم کی خیر خواہ ہے۔ انسان نے محنت کی سربراہی اور تحمل (برداشت) کی رہنمائی میں اپنی حالت بدلنا شروع کی۔ یوں ہمت اور تحمل کی مدد سے انہوں نے اپنا کھویا ہوا مقام پایا۔ اور محنت کے بل پر دنیا کو بدل ڈالا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کی محنت ہی کامیابی کی کنجی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر محنت کرنے والا خدا کا دوست ہے محنت پسندی انسان کو مصیبتوں سے نجات دلاتی ہے۔ انسان کی خیر خواہی اس کے اپنے ہی ہاتھ میں ہے۔ محنت تقدیر کا دایاں ہاتھ ہے۔ آزاد محنت کے کارناموں کی منظر کشی یوں کرتے ہیں۔

" ساری زمین شہر، قصبوں اور گاؤں سے بھر گئی۔ کھیت اناج اور باغ میووں سے مالا مال ہو گئے۔ شہروں میں بازار لگ گئے۔ عمارتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ گھر آباد ہو گئے۔"

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner

For Live Classes, Recorded Lectures, Notes & Past Papers visit:
www.megalecture.com

آج اگر ہم اپنے معاشرے کی طرف نظر دوڑائیں تو ہم بھی اپنے ارد گرد لالچ اور حسد کا حصار پاتے ہیں۔ فریب، حسد اور لالچ کے چنگل میں پھنس کر ہم دین اور دینا دونوں برباد کر لیتے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم محنت کو اپنا شعار بنائیں تاکہ معاشرہ امن کا گہوارا بن جائے، جیسا کی محنت پسند خرد مند نے اپنی رعایا کے ساتھ مل کر کامیابیاں حاصل کیں اور سلطان محنت پسند کا لقب حاصل کیا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آزاد نے خیالی کرداروں سے حقیقی دنیا کا منظر پیش کیا۔ مصنف نے علامتی انداز میں محنت اور افلاس کے ساتھ ساتھ خوشحالی اور بدحالی کا موازنہ پیش کیا ہے۔ محنت، تدبیر اور عمل پیہم سے ہم تمام مقاصد حاصل کر سکتے ہیں۔ دنیا میں صرف وہی افراد اور قومیں ترقی کرتی ہیں جو محنت کو اپنا شعار بناتی ہیں۔

ممکنہ سوالات:

۱۔ مولانا محمد حسین آزاد اپنے مضمون "محنت پسند خرد مند" میں احتیاج و افلاس اور محنت و مشقت کی بھرپور تصویر کشی کی ہے۔ مضمون کے حوالے سے مثالیں دے کر وضاحت کیجیے۔

۲۔ محنت پسند خرد مند کے مطالعہ سے انسانی نفسیات کے بہت سے پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ حوالہ جات کی مدد سے اپنی رائے کا اظہار کیجیے۔

۳۔ آزاد نے دنیائے ادب میں اپنی اصلاحی تحریروں سے اپنے مقاصد میں نہ صرف کامیابی حاصل کی ہے، بلکہ انسان کی بداطواری اور ناشکری کی بھی مذمت کی ہے۔" محنت پسند خرد مند کے حوالے سے اپنی رائے دیجیے۔

۴۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کی احتیاج اور ناشکری پریشانی کا دروازہ کھولتی ہے تو محنت پسندی سے کامیابی کے در وا ہوتے ہیں" محنت پسند خرد مند" کے حوالے سے جواب دیجیے۔

۵۔ مولانا محمد حسین آزاد نے "محنت پسند خرد مند" میں معاشرے کے بنیادی مسائل کو موضوع بنا کر انسانی نفسیات کی عکاسی کی ہے اس بیان کی تائید یا تردید حوالہ جات کی مدد سے کیجیے۔

۶۔ آزاد کے مضامین کا تمثیلی اندازِ بیاں انہیں منفرد اور یکتا بنا دیتا ہے۔" محنت پسند خرد مند" کے حوالے سے تبصرہ کیجیے۔

youtube.com/c/MegaLecture/
+92 336 7801123
Scanned by CamScanner